

— کالعدۃ —
جماعت اسلامی
— کا ماضی اور حال —

تقریر
ست محمد صاحب
مولوی دو محمد صاحب
۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ

سر کا عدم

جماعت اسلامی کا ماضی و حال



الناس

شعبہ اشاعت و تبلیغ مجلس خدام الاحمدیہ نقشبندیہ ربوہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْكَ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيمِ

پیش لفظ

رازِ قلم حضرت عاجزادہ مرزا رفیع احمد صاحبِ مددِ مجلسِ خدامِ الاحمدیہ مرکزیہ

فی زمانہ اسلام سے سچی ہمدردی رکھنے والوں کے لئے ایک نہیں بلکہ دو غم ہیں۔ ایک تو یہ کہ دینِ حق کی ہمدردی رکھنے والے اور اس کی حفاظت کے لئے قربانی کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ لوگ جو اسلام کی حفاظت کا دم بھرتے ہیں وہ خود اس کی تباہی و بربادی پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اور اسلام کو اپنی نفسانی اغراض کی خاطر ایسی شکل میں پیش کرتے ہیں جو اپنوں اور غیروں کو اسلام سے متنفر کرنے والی ہے۔ اسلام کے حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ

(ب)

فرماتا ہے۔ هُمْ الْعَدُوُّ فَاحْذَرهُمْ کہ یہی اصل دشمن ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور ان ہی لوگوں کو چوب خشک قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ كَاَنَّهُمْ خُشْبٌ مَّسَدًا۔ یعنی بعض لوگ اسلام کی محبت کے اور آنحضرت محمد ﷺ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بڑے بڑے دعاوی کرتے ہیں دیکھنے میں بڑے باوقار معلوم ہوتے ہیں اور باتیں بھی لفظا ہر بڑی اچھی کرتے ہیں۔ جو جاذب توجہ ہوتی ہیں۔ مگر روحانیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان کی مثال اس چوب خشک کی ہے جسے سہارا دے کر کھڑا کر دیا جائے۔ جس طرح وہ لکڑی درخت نہیں بن جاتی۔ اور شیریں اور نفع مند میوے نہیں اُگاتی اور اس کے سایہ میں تھکے مارے پناہ نہیں لے سکتے۔ اسی طرح ان اسلام کے بزعم خود ٹھیکہ داروں کا بھی حال ہے۔ کہ روحانیت سے عاری ہوتے ہیں۔ کوئی روحانی اور اخلاقی فیمن کسی کو نہیں پہنچا سکتے۔ انسانی ہمدردی اور خدا اور رسول کی سچی محبت اور اخلاص سے ان کے دل خالی ہوتے ہیں۔ ایمان کے شیریں ثمار یعنی تعلق باللہ۔ دعاؤں کی قبولیت۔ نصرت الہی خدا تعالیٰ کی معیت اور فیمن رسانی جو خدا کے اولیاء کی نشانی ہوتی ہے۔ اسلامی حکومت کے ان مدعیین میں پائی نہیں جاتی۔ جو اس بات کا ثبوت

ہوتی ہے کہ یہ لوگ خدا اور اس کے رسول کا نام لے کر اپنے گھر بھرنا چاہتے ہیں۔ اور اسلامی حکومت کے نعرے لگا کر خود حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان کے مد نظر خدا کی حکومت ہوتی تو اللہ والوں کی صفات اور خدا کی محبت میں فنا ہونے والوں میں سے جو اخلاص و محبت کی خوشبو آتی ہے۔ وہ ان میں سے بھی آتی۔ اور ان کے چہروں پر بھی خدا کا نور چمکتا دکھائی دیتا۔

زیر نظر کتاب "جماعت اسلامی کا ماضی و حال" ایک ایسی ہی جماعت اور اس کے امیر کے دعاوی کا تنقیدی جائزہ ہے۔ جو برادر م مكرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد نے بڑی محنت اور کاوش سے لکھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ آیا یہ جماعت شجرہ طیبہ کی مثال ہے۔ جو خدا کے حکم سے بروقت ایمان اور اخلاص کے پھل دیتا ہے۔ یا وہ چوپ خشک ہے جس سے کسی کو کوئی برکت اور نفع حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ باغ محمدی کے حسن میں داغ لگانے والی ہے۔

میں پاکستان کے تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں گے۔ اور نہ صرف خود اس سے استفادہ کریں گے۔ بلکہ اپنے حلقہ احباب میں بھی اس

کی اشاعت کریں گے۔ تاکہ ملک کا جوان طبقہ ان عناصر
 کے خلاف صف آراء ہو جائے۔ جو اسلام کا پاک نام
 استعمال کر کے اپنی ذات کے لئے وجاہت اور حکومت
 چاہتے ہیں۔

والسلام

سید

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ - از قلم حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	الف
۲	تہبید	۵
۳	جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے خاندانی کوائف	۸
۴	ولادت اور ابتدائی حالات	۱۵
۵	فکری خدمات	۱۹
۶	الجمہاد فی الاسلام کی تصنیف	۲۱
۷	مجلس تحریک قرآن مجید (حیدر آباد) کے تعلق	۲۲
۸	ادارہ "دارالاسلام" کا قیام	۲۵
۹	مطالعہ پاکستان اور جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی	۲۷
۱۰	جماعت اسلامی کی بنیاد	۳۳
۱۱	جماعت اسلامی کی ابتدائی تاریخ	۴۵
۱۲	پاکستان میں جماعت اسلامی کے مجاہدانہ کارنامے	۵۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۶	پہلا جہاد	۱۳
۵۸	دوسرا جہاد	۱۴
۵۹	تیسرا جہاد	۱۵
۶۲	چوتھا جہاد	۱۶
۶۳	پانچواں جہاد	۱۷
۷۷	چند اور کارنامے ایک نظر میں	۱۸
۸۰	مستقبل کا لائحہ عمل	۱۹
۸۲	اختتام	۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : مُحَمَّدٌ وَآلِهِ الصَّلَاةُ عَلَى رُسُلِهِ الْكَرِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا تَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ
بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاةُ تَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا
تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا قَدْ هُوَ أَقْرَبُ يَسْتَفْقَاهُ وَاتَّقُوا
اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدہ ۸ آیت)

تہذیب مشعلِ راہ ہے۔ اور اس میں یہ تاکیدِ حکم دیا گیا ہے۔ کہ اے ایمان

کا دعویٰ کرنے والو! محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر حق و انصاف کی تہاد
دینے کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ اور یاد رکھو کسی قوم سے نظریاتی اختلاف اور عداوت

نہیں دامنِ انصاف چھوڑ دینے پر آمادہ نہ کرو۔ ہمیشہ عدل و انصاف سے کام
لو۔ کہ یہی تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب راہ ہے۔ متقی بن جاؤ۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ

تہارے جملہ اعمال سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے۔

خدا تعالیٰ کے اس واضح ارشاد کی تعمیل میں اس وقت مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے
حق و اعتدال کی راہ سے ہی عرض کرنا ہے۔ خدا گواہ ہے ہم ہر شخص، ہر قوم،
اور ہر جماعت کے خادم ہیں۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ارشاد فرماتے
ہیں۔ ۷

ہمیں کچھ کہیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل دجاں اس پر قربان
اور خصوصاً مسلمانوں کے بارے میں تو حضور کا مسلک یہ ہے کہ ۷

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار

کا خر کنند دعویٰ حُبِّ ہمیں سرم

پس کسی مخصوص شخصیت یا مخصوص گروہ کو براہ راست ہدف تنقید بنانا ہمارا
شیوہ نہیں۔ ہم صرف اور صرف غلط اور باطل اور گمراہ کن نظریات و افکار
کے مخالف ہیں۔ اور اس کے لئے حکمت اور موقع حسنہ سے علمی اور قلبی جہاد کرنا
اپنا فرضِ اولین سمجھتے ہیں۔ پھر ہم وہ نہیں جو یہ کہتے ہوں۔ کہ اگر فلاں مسلم لیگ
کی طرف سے کوئی فرشتہ بھی بطور امیدوار کھڑا کر دیا جائے۔ تب بھی ہم اس
کی حمایت نہیں کریں گے (امروز ۲۰ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۷) بلکہ ہم وہ ہیں،
جن کا نعرہ خدا کے فضل سے اپنے آقا و مولائے فخر کائنات سید الموجودات
تاج المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی متابعت میں فقط یہ ہے کہ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ
فَاَنَّا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ (الزخرف ۷) یعنی اگر خدائے رحمان کا کوئی

بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پرستش کرتا۔

امیر جماعت اسلامی جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو اعتراض ہے کہ ان کی جماعت "الجماعۃ" نہیں کہلا سکتی۔ (شہادت حق ص ۱۳۳)

اسی طرح ان کا یہ بھی فرمان ہے کہ "لوگ اسلام سے انحراف کرنے ہی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ ان کا نظریہ اب یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان جو کچھ بھی کرے وہ اسلامی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اگر اسلام سے بغاوت بھی کرے تو وہ اسلامی بغاوت ہے۔ یہ (سودی) بینک کھولیں تو اس کا نام اسلامی بینک ہوگا۔ یہ انشورنس کمپنیاں قائم کریں گے تو وہ اسلامی انشورنس کمپنی ہوگی۔ یہ جاہلیت (غیر اسلام) کی تعلیم کا ادارہ کھولیں تو وہ مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ کالج، یا اسلامیہ اسکول ہوگا... انہی کا فرانہ ریاست کو اسلامی ریاست کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ ان کے فرعون اور فرود اسلامی بادشاہ کے نام سے یاد کئے جائیں گے۔ ان کی جاہلانہ زندگی اسلامی تہذیب و تمدن قرار دی جائے گی۔ ان کی موسیقی و مصوری اور ریت نرashi کو اسلامی آرٹ کے معرزلقب سے ملقب کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ یہ رب سوشلسٹ بھی ہو جائیں تو مسلم سوشلسٹ کے نام سے پکارے جائیں گے۔ ان رب ناموں سے آپ آشنا ہو چکے ہیں۔ اب صرف اتنی کسر باقی ہے کہ اسلامی شراب خانے، اسلامی تھبہ خانے اور اسلامی قمار خانے جیسی اصطلاحوں سے بھی آپ کا تعارف ہو جائے۔" (سیاسی کشمکش حصہ سوم طبع اول ص ۲۶)

اس طویل اقتباس کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب امیر جماعت

اسلامی کی نظر میں "اسلامی" کا لفظ ہر مسلمان بے دریغ استعمال کر سکتا ہے اور
 کر رہا ہے تو ان کی جماعت کو (جسے وہ پارٹی کا مترادف لفظ سمجھتے ہیں)
 "مسئلہ قومیت" (مسئلہ) آخر کیوں اسلامی کہلانے کے حق سے محروم کیا جائے؟
 یقیناً اس نوع کی فزغ و فغاں کا نا بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ لہذا میں اپنی
 تقریر میں جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی پارٹی کو جماعت اسلامی
 ہی کے نام سے یاد کروں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ آپ کی خدمت میں از خود
 کچھ کہنے کی بجائے زیادہ تر جماعت اسلامی کے لٹریچر سے اپنے موضوع
 کا خاکہ پیش کروں۔ اور اس پر تبصرہ ناظرین پر چھوڑ دوں کہ اس کی ذمہ
 داری شاید اتنی مجھ پر نہیں جتنی آپ پر ہے۔ جماعت اسلامی کی یہ خدمت
 سرانجام دیتے ہوئے میں بلاتامل کہہ سکتا ہوں کہ

انہیں کی محفل سوار تا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

حضرات! جماعت اسلامی کے بانی
 جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی دہلی کے
 خاندانی کوائف ایک سادات خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔
 چنانچہ آپ نے اپنی مفصل خود نوشت سوانح حیات میں تحریر فرمایا ہے۔
 "میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس میں تیرہ سو برس تک سلسلہ

اب یہ جماعت غیر آئینی مسترار پا چکی ہے۔ (ناشر)

ارشاد و ہدایت اور فقیر و درویشی جاری رہا ہے۔ سادات اہل بیت کی ایک شاخ تیسری صدی ہجری میں ہرات کے قریب ایک مقام پر آباد ہوئی تھی۔ یہ چشت کے نام سے تمام دنیا میں مشہور ہوئی۔ اسی خاندان کے نامور بزرگ حضرت ابو احمد ابدال چشتی (متوفی ۳۵۵ھ) حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ انہی سے صوفیہ کا مشہور سلسلہ چشتیہ جاری ہوا ہے۔ ان کے نواسے اور جانشین حضرت ناصر الدین ابو یوسف چشتی (متوفی ۴۵۹ھ) سادات کی ایک دوسری شاخ سے تعلق رکھتے تھے جس کا سلسلہ نسب امام علی نقی علیہ السلام کے واسطے سے امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت ناصر الدین ابو یوسف کے فرزند اکبر حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی (متوفی ۵۲۷ھ) تھے جو تمام سلاسل چشتیہ ہند کے شیخ الشیوخ اور خاندان مودود کیے مورث ہیں۔

..... خاندان مودود یہ کی جس شاخ سے میل تعلق ہے۔ وہ نویں صدی ہجری کے اواخر سے ہندوستان میں آباد ہے اس شاخ کے پہلے بزرگ جنھوں نے ہندوستان میں مستقل سکونت اختیار کی حضرت ابوالاعلیٰ مودودی (متوفی ۹۳۵ھ) تھے۔ وہ سکندریہ لودی کے زمانے میں حشمت سے ہندوستان آئے اور کرنال کے قریب قصبہ براس میں مقیم ہوئے شاہ عالم کے زمانہ میں یہ خاندان مستقلاً دہلی میں آباد ہوا۔
 (مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظریہ "ص ۳۲-۳۳")

پھر لکھتے ہیں :-

”تفصیل کی طرف سے میں نر کی الاصل ہوں۔ میرے نانا میرزا قربان علی بیگ
خان ساآگ گو خود شاعر اور صاحبِ قلم تھے مگر پشتہا پشت سے
ان کا پیشہ ”آباء سپہ گری تھا“ (ایضاً ص ۳۲-۳۳)

آپ نے یہ تفصیل محض اپنے سوانح بیان کرنے کی غرض سے دی ہے۔ ورنہ آپ
اپنے ایک رسالہ ”مسلمانوں کا ماضی و حال“ میں گزشتہ صوفیا اور پیشہ ور
سپہ گروں کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”صوفیا کا حال دیکھیے تو چند پاکیزہ ہستیوں کے سوا جنہوں نے اسلام
کے حقیقی تصوف پر خود عمل کیا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔
باقی سب ایک ایسے تصوف کے معلم و مبلغ تھے جس سے اشتراقی
اور ویدانتی اور مانوی اور زردشتی فلسفوں کی آمیزش ہو چکی
تھی اور جس کے طریقوں میں جوگیوں اور راہبوں اور اشرافیوں
اور رواقیوں کے طریقے اس طرح مل جمل گئے تھے کہ اسلام کے
خالص عقائد و اعمال سے ان کو شکل ہی سے کوئی مناسبت رہ گئی تھی
پھر حجب انگلوں کے بعد پچھلے ان کے سجادوں پر بیٹھے تو انہوں نے میراث
میں دوسری املاک کے ساتھ اپنے بزرگوں کے مرید بھی پائے اور ان سے
ترسیت دار شاد کی بجائے صرف نذرانوں کا تعلق باقی رکھا۔ ان حلقوں
کی تمام نزکوشش پہلے بھی یہ رہی ہے اور آج بھی ہے کہ جہاں جہاں
بھی ان کی پیری و پیرزادگی کا اثر پھیلا ہوا ہے وہاں دین کا صحیح علم

کسی طرح نہ پہنچنے پائے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ عوام الناس پر ان کی خداوندی کاظمی اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے۔ جب تک وہ اپنے دین سے جا مل رہیں۔ یہ بھی ہماری مذہبی حالت جس نے انیسویں صدی میں ہم کو غلامی کی منزل تک پہنچانے میں بڑا حصہ لیا۔ اور آج اس آزادی صبح آغاز میں بھی یہی حالت اپنی پوری قباحتوں کے ساتھ ہماری دامگیر ہے۔ اب اخلاقی حیثیت سے دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عام طور پر اس زمانے میں ہمارا طبقہ متوسط جو ہر قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے۔ مسلسل اخلاقی انحطاط کی بدولت بھارے کاٹھنڈ (mercenary) بن کر رہ گیا تھا۔ اس کا اصول یہ تھا کہ جو بھی آجائے اجرت پر اس کی خدمات حاصل کرے اور پھر جس مقصد کے لئے چاہے اس سے کام لے لے۔۔۔۔۔ ہماری اس اخلاقی کمزوری سے ہمارے ہر دشمن نے فائدہ اٹھایا خواہ وہ مرہٹے ہوں، سکھ ہوں۔ فرانسیسی ہوں یا دلندیزی۔ آخر کار انگریز نے اگر خود ہمارے ہی سپاہیوں کی تلوار سے ہم کو فتح کر لیا۔ اور ہمارے ہی مانتوں اور دعاؤں کی مدد سے ہم پر حکومت کی۔ ہماری اخلاقی حس اس درجہ گند ہو چکی تھی کہ اس روش کی قباحت سمجھنا تو درکنار ہمیں اس پر فخر تھا چنانچہ ہمارا شاعر اسے اپنے خاندانی مفاخر میں شمار کرتا ہے۔

سوچت سے ہے پیشہ آباد سپہ گری

حالانکہ کسی شخص کا پیشہ ورسپاہی ہونا حقیقت میں اس کے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے لئے باعثِ ننگ ہے نہ کہ باعثِ عزت۔ جب وہ اپنی قوم کے دشمنوں کے ہاتھ خود اپنے آپ کو بیچ سکتے تھے تو کیوں وہ ابن الوقت اور پڑھتے سورج کے پرستار نہ ہوتے؟ اور کیوں ان میں یہ وصف پیدا نہ ہوتا کہ جس کے ہاتھ سے انہیں تنخواہ ملتی ہو اس کے لئے وہ اپنے ایمان و ضمیر کے خلاف سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے ملازمت پیشہ طبقے کی اکثریت آج جن اوصاف کا اظہار کر رہی ہے وہ کوئی اتفاقی کمزوری نہیں ہے۔ بلکہ اس کی جڑیں ہماری روایات میں گہری جمی ہوئی ہیں۔“

”مسلمانوں کا ماضی و حال“ از جناب مودودی ص ۱۲ طبع دوم

جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے والد ماجد مولوی سید محمد احسن صاحب تھے جو ۱۹۱۵ء کے ہنگامے سے دو سال پہلے دہلی میں پیدا ہوئے آپ مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے بالکل ابتدائی دور کے طالب علموں میں سے تھے۔

”مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں“ ص ۳۲

کچھ عرصہ آپ آلہ آباد جا کر دکانت کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے (۱۹۱۸ء) جو جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی نگاہ میں قانونِ الہی کے خلاف کھلی بغاوت ہے اور ”زمانِ بازاری“ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے چنانچہ آپ رسائل و مسائل میں فرماتے ہیں:-

”وکالت..... قانونِ الہی کے خلاف کھلی بغاوت ہے اس کے مقابلہ میں اگر کسی دوسرے پیشہ میں کچھ حرام کی آمیزش ہو بھی تو بہر حال وہ بغاوت سے تو کم درجہ ہی کا گناہ ہے۔ تجارت، زراعت، صنعت و حرفت مزدوری پرائیویٹ فرموں کی ملازمت اور اسی قسم کے دوسرے پیشوں میں ایسی صورتیں ہم پہنچ سکتی ہیں جن کے اندر کم سے کم ناگزیر معصیت کی حد پر آدمی قائم رہ سکتا ہے۔ اور وہ کم سے کم اس وجہ میں تو حرام نہیں ہیں۔ جس درجہ کی یہ دیکھنا بغاوت حرام ہے۔“

نیز تحریر فرماتے ہیں :-

”کابرب حرام کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک وہ جس کا پیشہ فحشاء کی تعریف میں آتا ہے۔ مثلاً زنانِ بازاری کا کسب۔ اس کے قریب جانا بھی جائز نہیں کجا اس کے ہاں نوکر ہوتا۔ دوسرا کاسب حرام وہ ہے جس کا پیشہ حرام تو ہے مگر فحشاء کی تعریف میں نہیں آتا جیسے وکیل“ (ص ۱۳۸ و ۱۳۸ طبع اول)

جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے والد بزرگوار مولوی سید احمد حسن صاحب وکالت کے لئے ۱۸۹۶ء میں حیدرآباد دکن میں تشریف لے گئے جس کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب مودودی صاحب نے اپنی کتاب ”دولت آصفیہ اور حکومتِ برطانیہ“ میں بالتفصیل لکھا ہے کہ ریاست کے حکمرانوں نے ۱۸۵۷ء اور ۱۹۱۲ء میں اپنی پوری قوت انگریزوں کی انداد و اعانت میں صرف کر دی۔ اور انھیں کی دہ سے سلطنتِ برطانیہ

ہندوستان میں از سر نو مستحکم ہوئی۔ (ص ۱۳)

اس دعویٰ کی تفصیل میں آپ نے مزید لکھا کہ

”اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان بہادر سند آرائے سلطنت ہوئے۔ آپ کے زمام امور سلطنت ہاتھ میں لینے کے تین ہی سال بعد وہ جنگِ عظیم برپا ہوئی۔ کہ جس میں انگریزی حکومت کے لئے زندگی و موت کا سوال درپیش تھا۔ اس نازک وقت میں مسلمانوں کے لئے سلطنتِ برطانیہ کا وفادار رہنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ کیونکہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت جس کے بادشاہ کو تمام مسلمان اپنا امام سمجھتے تھے برطانیہ کے خلاف برسرِ پیکار تھی۔ اور وہ ممالک اعمالِ جنگ کی زد میں تھے جن کی تعلیم و تحویم ہر مسلمان کا جزوِ ایمان تھی۔ لیکن اس موقع پر اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان بہادر نے سلطنتِ برطانیہ کے ساتھ وہ وفاداری برتی۔ جو اس سلطنت کے تمام دوستوں کی وفاداری سے زیادہ قیمتی اور خود اعلیٰ حضرت کے پیشروؤں کی وفاداریوں پر بھی فائق تھی۔ ایک طرف حضورِ ممدوح نے اپنے اسی اخلاقی دروہالی اثر کو استعمال کیا۔ جو انہیں ہندوستان کے مسلمانوں پر حاصل تھا اور مسلمانوں کو پورے زور کے ساتھ تلقین کی کہ وہ سلطنتِ برطانیہ کے مواعید پر بھروسہ کر کے اس کی وفاداری پر ثابت قدم رہیں۔ یہ اخلاقی امداد اس قدر مؤثر ہوئی۔ کہ خود انگریزی سلطنت کے اربابِ صل و عقد کو اعتراف ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے جن اثبات کے

باتحت جنگ میں سلطنت کی امداد کی۔ ان میں سب سے زیادہ حصہ
اعلیٰ حضرت نظام دکن کا تھا۔ دوسری طرف اعلیٰ حضرت نے اپنی سلطنت
کے تمام ذرائع دولت برطانیہ کے لئے وقف کر دیئے۔

”دوران جنگ سرکار عالی کے تمام کارخانے سامان حرب کی
تیاری کے لئے وقف رہے۔ اور چار سال کی مدت میں انہوں نے
۹ لاکھ روپے کا سامان سلطنت برطانیہ کے لئے ہتیا کیا۔ اعلیٰ حضرت
نے اپنی عزیز رعایا کو ہزاروں کی تعداد میں بھرتی کر کے میدان جنگ
میں جانیں قربان کرنے کے لئے بھیجا۔ آغاز جنگ سے اختتام تک
دولت آصفیہ کی باضابطہ فوج جنگ کی عملی خدمات سرانجام دیتی
رہی۔ اور اس کا خرچ سرکار نظام نے اپنے خزانے سے دیا۔ حکومت
مہند کی شدید مشکلات کے زمانے میں پچاس لاکھ روپے کی چاندی
کی اینٹیں مستعار دے کر اس کی مالی ساکھ کو بحال کیا۔ اور اسی
طرح کی بیش قیمت اور مخلصانہ امانتوں کی بدولت یہ سخت وقت
سلطنت برطانیہ پر سے ٹل گیا۔ جس میں اس کا برباد ہو جانا کوئی
مشتبہ نہ تھا۔“

”دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ“ ص ۱۶۱ تا ۱۶۳

جناب مولوی حبیب اللہ صاحب کو ریاست حیدرآباد
میں قیام پذیر ہوئے جب ساتواں برس پڑا۔
لڑان کے ماں ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو حجت اسلامی

کے موجودہ امیر جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی پیدا ہوئے (مکاتیب ان) جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا بچپن کس صورت سے گزرا؟ اس پر مشرب ہے کہ خود آپ ہی کے قلم سے روشنی ڈالی جائے۔ فرمائیے۔

”میں اپنے گھر میں سب سے چھوٹا تھا۔ میرے ایک بھائی مجھ سے تین چار برس بڑے تھے۔ مجھے کھانے کی جو چیز ملتی تھی۔ اُسے میں فوراً کھا لیتا تھا۔ مگر بھائی صاحب سنبھال کر کسی اچھے وقت پر کھانے کے لئے اٹھار کھتے تھے اسی طرح جو پیسے مجھے ملتے تھے ان کو بھی فوراً خرچ کر ڈالتا تھا۔ اور بھائی صاحب انہیں جمع کر کے کبھی کوئی اچھی چیز خرید لاتے تھے۔ بس یہ میرے اور ان کے درمیان بھگڑے کی بنیاد تھی۔ میں ہمیشہ ان کے حصہ میں سے اپنا حق وصول کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ تھوڑی دیر تک مقابلہ کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ میرے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

اول اول تو میں سمجھا کرتا تھا۔ کہ اس طرح میں انہیں شکست دیکر مالی غنیمت حاصل کرتا ہوں۔ مگر بعد میں مجھ کو معلوم ہوا کہ بڑا بھائی کو مجھ سے محبت ہے۔ اور انہیں خود بھی اس میں مزہ آتا ہے کہ میں لڑ بھڑ کر ان سے اپنا حصہ وصول کر لیا کروں۔ اس طرح میں والدین کے غلطیوں میں سے ۵ فیصدی کا، اک ہوتا تھا۔ پچاس فیصد اپنے حساب میں سے اور ۲۵ فیصد بڑے بھائی صاحب کے حساب میں سے۔

مشہور بات تو یہ ہے "سگ باش برادرِ خورد مباش" یعنی چھوٹا بھائی
 بننے سے کتنا بننا بہتر ہے۔ مگر میرا تجربہ اس کے خلاف ہے۔
 نیند بکھتے ہیں۔

"میرے والد مرحوم نے میری تربیت بڑے اچھے طریقے سے کی تھی۔ وہ
 دہلی کے شرفاء کی نہایت ستھری زبان بولتے تھے۔ انہوں نے ابتداء
 سے یہ خیال رکھا کہ میری زبان بگڑنے نہ پائے۔ جب کبھی میری زبان
 پر کوئی غلط لفظ چڑھا جانا یا کوئی بازار سی لفظ سیکھ لیتا تو وہ مجھے ٹوک
 دیتے۔ اور مجھے صحیح لفظ بولنے کی عادت ڈالتے۔ یہی وجہ ہے کہ دکن میں
 پردرکش پانے کے باوجود میری زبان محفوظ رہی۔۔۔۔۔ وہ مجھے زیادہ تر
 اپنے ساتھ اپنے دوستوں کی صحبت میں لے جاتے تھے اور ان کے
 دوست رب کے سب سنجیدہ، شائستہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے۔
 ان صحبتوں میں بیٹھنے سے میں چھوٹی عمر میں مہذب عادات سیکھ گیا۔ اور
 بڑی بڑی باتوں کو سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ میری طبیعت میں جتنی
 شوخی تھی والد مرحوم کی اس تربیت کی وجہ سے وہ شرارتوں
 اور دنگے فساد کی بجائے ظرافت کی شکل میں ڈھل گئی۔"

مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں "۲۴-۲۶"

اس "ظرافت" کے پاکیزہ اور نفیس نمونے تو ہیں انشاء اللہ آگے چل کر عرض
 کروں گا۔ مگر یہاں کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی قلعہ معلیٰ کی "کسالی زبان"
 سے بطور مثال آپ کی ایک فاضلانہ تقریر کا مختصر سا اقتباس سنا ضرور رکھوں:

سمجھتا ہوں۔ آپ نے مسلمان امراء کی طرف "نظر التفات" کرتے ہوئے باوقار اور
لہجہ سے ارشاد فرمایا۔

"رہے ہمارے امراء تو ان کے لئے دنیا میں صرف دو ہی چیزیں دیکھی جا
سکتی ہیں۔ ایک پیٹ دوسرے شرمگاہ۔ ان کے سوا کسی
دوسری چیز کی ان کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہ رہی تھی۔ ساری کوشش
اور ساری محنتیں بس انہی کی خدمت کے لئے وقف تھیں۔ اور قوم
کی دولت سے انہی پیشوں اور صنعتوں اور حرفتوں کو پروان چڑھایا
جہاں ہاتھ۔ جوان دو چیزوں کی خدمت کریں۔"

"مسلمانوں کا ماضی و حال ص ۱۱ طبع دوم"

۱۹۱۷ء میں جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے مولوی کا امتحان
دیا۔ پھر حیدر آباد میں دارالعلوم کی جماعت مولوی عالم میں شریک ہو گئے۔
اس دوران میں آپ کے والد ماجد حیدر آباد سے بھوپال چلے گئے۔ چھ ماہ بعد
آپ بھی بھوپال پہنچ گئے اور اپنے والد محترم کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔
جوان دنوں سیرِ عیال پر موت و حیات کی کشمکش سے دوچار تھے۔ رفتہ رفتہ
ان کے صحت یاب ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں۔ ڈیڑھ دو سال کے
تجربات نے آپ کو یہ سبق سکھایا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے
کے لئے اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اور معاشی استقلال کے لئے
حیدر حیدر کئے بغیر عیارہ نہیں۔ فطرت نے تحریر و انشاء کا ملکہ و دیعت
خوار رکھا تھا۔ عام مطالعے سے اس کو آدرِ تحریر ہوئی۔ اسی زمانہ میں علامہ

نیدر فموری مدیٹرنگار سے آپ کے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے۔ اور ان کی صحبت بھی وجہ تحریک بنی۔ غرض ان وجوہ سے آپ نے یہی فیصلہ فرمایا کہ قلم ہی کو وسیلہ ساخت قرار دینا چاہیے۔ (خود نوشت سوانح عمری مشمولہ کتاب مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں" ص ۴۳ تا ۴۴)

قلمی خدمات قلمی میدان میں اترنے کے بعد آپ نے کیا کیا علمی خدمات سر انجام دیں۔ ان کا تذکرہ خود آپ کے قلم سے سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں سب سے پہلے میرے بھائی نے اخبار نویسی کے میدان میں قدم رکھا اور اخبار مدینہ (بجنور) کے ایڈیٹر ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا اور ہم دونوں نے ساتھ مل کر کام شروع کیا۔ لیکن ڈیڑھ دو مہینے سے زیادہ ہم ان نہ بناہ سکے۔ وہاں سے ہم دہلی واپس ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں سیاسی تحریک کے بہت زبردست طوفان کی ابتداء ہو رہی تھی۔

ہم نے انہیں اعانت نظر میدان اسلام میں کام کرنا شروع کیا اور پھر ۱۹۱۹ء میں جب خلافت اور ستیہ گرہ کی تحریک کا آغاز ہوا۔ تو اس میں بھی حصہ لیا۔ اسی زمانے میں میں نے گاندھی جی کی سیرت پر بھی ایک کتاب لکھی۔ (دوستانہ نوشت سوانح عمری ص ۴۳)

۱۹۲۲ء میں مسٹر گاندھی کی گرفتاری پر آپ نے کچھ ایجنڈے ہو گا اگر ہم یہ کہیں کہ ہمیں جہاننا کی گرفتاری سے رنج نہیں ہوا۔ ہمیں دلچسپ ہے کہ ایک ایسا آدمی ہم سے جعین لیا گیا۔ جو پر امن طریقوں سے ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ اور ہم اس کے پیچھے چل کر منزل مقصود سے بہت قریب ہو گئے تھے۔ (مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں" ص ۴۵)

آہ! غیش ہر عاشقِ رسولؐ کے دل میں ہمیشہ رہے گی کہ وہ "مولینا" جنہوں نے سیرتِ گاندھی تصنیف فرمائی تھی آج تک سیرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی توفیق نہ پاسکے۔ ۵

صبرو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کٹے جاؤ مے خوار و کام اپنا اپنا
خرابات میں میکشو جا کے چن لو!
نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

بہر کیف "سیرتِ گاندھی" کی خدمت سرانجام دینے کے بعد آپ اخبار تاجِ جبلپور کی ایڈیٹری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے ایک مضمون پر حکومت نے گرفت کی اور اخبار کے پرنٹر اور پبلشر پر مقدمہ چل گیا۔ مگر آپ صاف بچکر دلی آگئے ۱۹۲۱ء کا ابتدائی زمانہ تھا۔ کہ آپ کی ملاقات جناب مفتی کفایت اللہ صاحب اور جناب احمد سعید صاحب صدر و ناظم جمعیتہ علمائے ہند (یعنی کانگریسی علماء) کی طرف سے اخبارِ مسلم نکالا اور جناب مودودی اس کے ایڈیٹر مقرر کئے گئے۔

یہ اخبار ۱۹۲۳ء میں بند ہو گیا تو ۱۹۲۵ء میں کانگریسی علماء کا دوسرا مشہور ترجمان "الجمعیت" کے نام سے جاری ہوا۔ ۱۹۲۸ء تک آپ اسے تنہا چلاتے رہے۔ ادارت کے دوران "سوامی شردھانند ایک مسلمان کے حقوق" تیتل ہوئی اور گاندھی جی نے کہا۔

"اسلام ایسے ماحول میں پیدا ہوا ہے جس کی فیصلہ کن

طقت پہلے ہی تلوار بھٹی اور آج بھی تلوار ہے۔“

(دیباچہ الجہاد فی الاسلام)

اس اعلان کے جواب میں آپ نے ”الجمعیۃ“ کے کالموں میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا۔ جس نے بڑا طویل کھینچا اور بالآخر ”الجہاد فی الاسلام“ کے نام سے کتابی شکل

الجہاد فی الاسلام
کی تصنیف

میں شائع ہوا۔ ”الجہاد فی الاسلام“ کے جواب سے گماندہی جی کے نظریہ کی کھانک تردید ہوئی اس کا اندازہ ”الجہاد فی الاسلام“ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بے سامی لگ سکے گا۔ آپ نے لکھا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ وعظ و تلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہو سکتا تھا۔ اُسے اختیار کیا۔ مضبوط دلائل دیئے واضح بحثیں پیش کیں۔ نصاحت و بلاغت اور زور و خطابت سے دلوں کو گرمایا۔ اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھائے۔۔۔۔۔ لیکن قوم نے آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔۔۔۔۔ جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد اعلیٰ اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی۔۔۔۔۔ تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا۔ طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے۔ دلوں کی کٹافینیں دور ہو گئیں اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف

عیاں ہو گیا۔ بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ سختی
 بھی باقی نہ رہی جو ظہورِ حق کے بعد انسان کو اس کے آگے
 جھکنے سے باز رکھتی ہے۔۔۔۔۔ اسلام کی تلوار نے ان پڑوں
 کو چاک کر دیا۔ ان حکومتوں کے تختے الٹ دیئے جو حق کے
 دشمن اور باطل کی پشت پناہ تھیں۔“

(الجهاد فی الاسلام ص ۱۳۱)

۱۹۲۸ء میں آپ نے اخبارِ الجمعۃ سے قطعِ نعلق کر لیا۔ اسی سال کے آخر
 میں آپ دہلی سے حیدر آباد پہنچے اور اگست ۱۹۳۱ء تک یہیں فرکشی رہے
 اسی مدت میں آپ نے بعض کتابیں تالیف کیں۔ اور ابنِ خلکان کے ایک حصہ
 کا ترجمہ بھی کیا۔ اگست ۱۹۳۱ء میں آپ واپس دہلی تشریف لے آئے چند ماہ
 بعد بمبئی چلے گئے اور تاریخِ دکن کا مواد فراہم کرتے رہے۔ جولائی ۱۹۳۱ء
 میں آپ پھر حیدر آباد پہنچ گئے۔ اور دوبارہ تاریخِ دکن کا مواد فراہم کرنے
 میں مہمک ہو گئے۔ (کتاب مولانا مودودی اپنی اور دوسری نظر میں ص ۴۹-۵۰)

مجلس تحریکِ قرآن مجید سے تعلق | حیدر آباد میں ان دنوں ذہنی اور

روحانی بنیادوں پر قرآنی انقلاب
 برپا کرنے کے لئے ایک ادارہ مجلس تحریکِ قرآن مجید کے نام سے قائم ہوا
 تھا جس کے محرک جناب نذیر جنگ بہادر، صدر نواب سیف نواز جنگ
 بہادر اور معتمد نواب بہادر یار جنگ بہادر اور مشہور ارکان میں سے ابو محمد
 مصلح صاحب نواب سفینہ نواز جنگ بہادر اور مولوی مناظر احسن صاحب

عیدانی وغیرہ شامل تھے۔

(ترجمان القرآن جلد ۲، محرم ۱۳۵۲ھ ص ۹)
اس ادارہ کے روح و رواں نواب بہادر یار خٹک جماعت احمدیہ کی تنظیم
اور اسلامی خدمات کے بہت مداح تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایذا اللہ
تعالیٰ کے خطبات بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ نواب صاحب
موصوف اپریل ۱۹۴۲ء میں قرارداد پاکستان کے تاریخی اجلاس میں شرکت کے بعد لاہور سے
قادیان بھی گئے۔ اور مرکز احمدیت کو دلچسپی اور حاضری سے ہونے اور اپنے تاثرات میں
لکھا کہ ۱۔

”میری دلی تمنا ہے کہ میں تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس چھوٹی سی
جماعت کی طرح نظم اور ایک مرکز کے تحت جو اصول اسلامی
کے مطابق ہے حرکت کرتا ہوا دیکھوں۔“

(مرکز احمدیت ص ۵۵) مؤلفہ جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم،
”مجلس تخریک قرآن مجید“ ہی کی سرپرستی میں ایک رسالہ ترجمان القرآن ۱۹۳۳ء
سے جاری ہوا جس کی ادارت ابو محمد مصلح صاحب کے سپرد ہوئی۔ ماہر القادری
ایڈیٹر فاران“ (کراچی) کا بیان ہے کہ

”ریاست حیدرآباد دکن کا محکمہ امور مذہبی رسالہ ترجمان القرآن
کے کئی سو پرچے خریدتا تھا۔“

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں۔ ص ۳۴)

جناب مودودی صاحب چونکہ اب تک کئی رسالوں کی ادارت کرنے کے علاوہ

مقدمہ تالیفات بھی کر چکے تھے۔ اس لئے مجلس تحریک قرآن مجید (حیدر آباد دکن) نے (محرم الحرام ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء سے) یہ رسالہ جناب مودودی صاحب کی ادارت میں دے دیا۔ مجلس کے ارکان کی نظر میں قرآنی انقلاب دماغی اور ذہنی اور روحانی انقلاب کا نام تھا۔ اسی لئے مجلس کی تمام تر سرگرمیاں صرف قرآنی تعلیمات کی اشاعت تک ہی محدود رہیں۔ مگر افسوس مجلس کا یہ رسالہ جناب مودودی صاحب کے ہاتھ آنے کے بعد رفتہ رفتہ اپنی بنیادی حیثیت کھو بیٹھا۔ اور جلد ہی جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے ذاتی نظریات کا ترجمان بن گیا۔ حتیٰ کہ جب ... مودودی صاحب حیدر آباد کو خیر باد کہہ کے ۱۹۳۷ء میں سابق پنجاب میں آ گئے۔ اور رسالہ پر ان کی واحد اجارہ داری قائم ہو گئی تو انھوں نے اشتراکیت اور فاشزم اور دوسرے لادینی نظاموں سے اسلام کو مشابہت دیتے ہوئے لکھنا شروع کر دیا کہ

”یہ اسٹیٹ فاشی اور اشتراکی حکومتوں سے ایک گونہ مماثلت رکھتا ہے“ ”اسلام کا نظام سیاسی“ از جناب مودودی صاحب،

(بحوالہ طلوع اسلام، دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۳)

اسی طرح ان کے رفقاء کی طرف سے لکھا گیا کہ

”اس کا سیاسی نظام صرف ظاہر میں اسلام سے ہی بحث کرتا ہے اور

اسی سے بحث کر سکتا ہے اس وجہ سے اس کے اندر جیسا کہ آپ نے

دیکھا خارجیہ اور انارکزم تک کے لئے گنجائش نکل آتی ہے“

”اسلامی ریاست“ شہریت کے حقوق و فرائض۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی،

یہی نہیں ترجمان القرآن میں یہ بھی عقیدہ شائع کیا گیا کہ :-
 جب صالحین کا گروہ منظم ہو ان کے پاس طاقت موجود ہو۔ اہل ملک
 کا عظیم اکثریت ان کے ساتھ ہو یا کم از کم اس بات کا ظن غالب ہو کہ عملی
 جدوجہد شروع ہوتے ہی اکثریت ان کا ساتھ دے گی اور کسی بڑی
 تباہی و خونریزی کے بغیر مفسدین کے اقتدار کو ہٹا کر صالحین کا اقتدار
 قائم کیا جاسکے گا۔ اس صورت میں بلاشبہ صالحین کی جماعت کو نہ صرف
 حق حاصل ہے بلکہ ان کے اوپر یہ شرعی فرمان ہے کہ وہ اپنی طاقت
 منظم کر کے ملک کے اندر بڑے شمشیر انقلاب برپا کر دیں اور حکومت پر
 قبضہ کر لیں۔ (ترجمان القرآن جلد ۳۳ صفحہ ۲۲۲) فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا
 إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ادارہ دار الاسلام کا قیام | جنابہ مودودی حیدر آباد سے سابق پنجاب میں
 کس طرح منتقل ہوئے؟ جماعت اسلامی کے
 اگرچہ چراغ راہ و تحریک اسلامی میں لکھا ہے کہ

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے پیش نظر ایک سکیم فقہ اسلامی کی تدوین جدید
 کے سلسلہ کی تھی۔ علامہ مرحوم نے خواہشی ظاہر کی کہ مولانا مودودی اس
 میں ان کے ساتھ تعاون کریں۔ مراسلت کے بعد ۱۹۳۷ء کے آخر میں مولانا
 مودودی علامہ اقبال سے ملنے کے لئے لاہور آئے۔ اور اسی ملاقات
 کے دوران یہ بات طے پا گئی کہ مولانا موصوف پنجاب منتقل ہو جائیں۔
 پٹانکوٹ کے قریب اس وقت کی عمارات میں جن کا نام دونوں نے

بالاتفاق "دارالاسلام" تجویز کیا تھا۔ ایک ادارہ قائم کیا جائے
 جہاں دینی تحقیقات اور نوجوانوں کی تربیت کا کام کیا جائے علامہ
 اقبال مرحوم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہر سال وہ بھی چند مہینے دارالاسلام
 میں قیام فرمایا کریں گے۔ چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق مولانا
 مودودی صاحب مارچ ۱۹۳۸ء میں دارالاسلام پٹھانکوٹ منتقل
 ہو گئے۔ "چراغِ راہ" کا تحریک اسلامی نمبر ۱۹۶۳ء (۱۲۸)

پٹھانکوٹ منتقل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ادارہ دارالاسلام کے اصل
 بانی چوہدری نیاز علی خان صاحب پٹھانکوٹ ہی میں تھے۔ چنانچہ "چراغِ راہ"
 تحریک اسلامی نمبر میں لکھا ہے کہ

"یہ ادارہ دارالاسلام دراصل حامد ادا کے مکانات میں ہی قائم
 کیا گیا تھا۔ جو چوہدری نیاز علی خان صاحب نے وقف کی تھیں اس
 وقف حامد ادا کے لئے ایک الگ ٹرسٹ قائم ہوا تھا۔ (ایضاً ص ۱۱)
 ڈاکٹر سر محمد اقبال کے ذہن میں ادارہ دارالاسلام کا ایک مخصوص تحصیل تھا
 انہوں نے علامہ مصطفیٰ المراغی سابق شیخ جامعہ ازہر سے یہ درخواست کی
 تھی کہ ایک روشن خیال مصری عالم کو جامعہ ازہر خرچ پر بھیجے جو علوم شرعیہ
 اور تاریخ تمدن اسلامی کا ماہر ہو۔ اور انگریزی زبان پر بھی کامل عبور رکھتا
 ہو۔ (مکاتیب اقبال حصہ اول ص ۲۰۱)

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ۱۹۳۸ء
 میں پٹھانکوٹ چلے گئے۔ مگر انوس سر محمد اقبال کی زندگی نے وفانہ کی اور آپ کا

دوسرے ماہ ہی انتقال ہو گیا۔ رستخیز اسلامی نمبر صفحہ ۱۲۸)
 ڈاکٹر سر محمد اقبال کی آنکھیں بند ہوتے ہی چوہدری نیاز علی صاحب اور
 جناب مودودی صاحب میں خطرناک کشمکش پیدا ہو گئی۔ جو بالآخر مولانا کے
 ہور آجانے پر ختم ہوئی۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے امیر چوہدری غلام محمد
 صاحب کا اقرار ہے کہ

”چند ماہ کے قیام کے اندر اندر ہی اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ دائف
 اس مقام پر اس طرح کی کسی انقلابی تحریک کی بجائے صرف درس
 تبلیغ قرآن حکیم تک اپنے کام کو محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ
 ادارہ جنوری ۱۹۳۹ء میں لاہور منتقل کر دیا گیا۔“

”چراغِ راہ“ تحریک اسلامی نمبر صفحہ ۱۳

ڈاکٹر سر محمد اقبال قومیت کو نہایت درجہ
 اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اکبر
 الہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھا۔

**مطالبہ پاکستان اور جناب
 سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی**

”مذہب اسلام کا ایک نہایت ضروری پہلو قومیت ہے۔ جس کا مرکز
 کعبۃ اللہ ہے۔“ (مکاتیب اقبال حصہ دوم صفحہ ۵۷)
 اور اسی نظریہ قومیت کی بناء پر آپ نے ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم مسٹر
 محمد علی جناح کے نام خط لکھا۔

”اسلامی ہندوستان میں ان مسائل کے حل باسانی رائج کرنے کے
 لئے ملک کی تقسیم کے ذریعہ ایک یا زائد اسلامی ریاستوں

کا قیام اشد لازمی ہے۔ کیا آپ کی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں
آن پہنچا؟ (مکاتیب اقبال حصہ دوم ص ۱۱)

۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو آپ نے قائد اعظم کے نام ایک ادر خط میں لکھا کہ
ہندوستان میں قیام امن اور مسلمانوں کو غیر مسلمانوں کے غلبہ و تسلط
سے بچانے کی واحد ترکیب مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق
— میں اسلامی اصلاحات کا نفاذ ہے۔ شمال مغربی
ہندوستان اور پنجال کے مسلمانوں کو ہند اور بیرون ہند
کی دوسری اقوام کی طرح حق خود اختیاری سے کیونکر محروم
کیا جاسکتا ہے؟ (مکاتیب اقبال صفحہ ۲۱-۲۲ حصہ دوم)

اس خط میں مسلمانوں کی قومی ہستی کے قیام کے لئے جو مطالبہ پیش کیا گیا تھا اس
کو عملی جامہ پہنانے کا فخر قائد اعظم اور مسلم لیگ کو حاصل ہوا۔ جنہوں نے مارچ ۱۹۴۷ء
میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں پاکستان کا ریزولوشن پاس کر کے مسلم اکثریت کے
علاقوں کے لئے آزاد اور خود مختار ریاست کا مطالبہ کیا۔ اس تاریخی اجلاس میں
قائد اعظم نے فرمایا۔ مسلمان برحیثیت سے ایک قوم ہیں۔ اور اس قوم کو اپنا ملک
اور اپنی جداگانہ حکومت چاہیئے

لے چراغ راہ تحریک اسلامی نبر میں لکھا ہے کہ "اقبال نے ملت کی عملی سیاست
میں مہی حصہ لیا۔ اور یہاں اس کا سب سے بڑا *contribution* نظریاتی
بنیادوں پر تقسیم ملک کا تصور ہے۔" ص ۶۷

قومِ اعظم کی اس آواز پر ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک مسلمانوں میں ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ اور مسلمانانِ ہند پاکستان کے حصول کے لئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ مگر سید ابوالاعلیٰ صاحب دودی اس کی مخالفت میں پورے زور سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رب سے قبل ۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں ایک مقالہ پڑھا جس میں مائتہ المسلمین اور قائد اعظم کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ

”ہمارے ہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم تمام در دوں کی دو ہے۔ اسلامی حکومت ”یا آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام“ کے مقصد تک کی سبیل یہ سمجھی جا رہی ہے کہ مسلمان قوم جن افراد سے مرکب ہے وہ بیکم ایک مرکز پر جمع ہوں۔ متحد ہوں اور ایک مرکزی قیادت کی اطاعت میں کام کریں۔ لیکن دراصل یہ ایک قوم پرستانہ کام ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت بھی میسر آ سکتی ہے اور بدرجہ اقل وطنی حکومت اچھا خاصہ عقدہ بھی مل سکتا ہے لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لئے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ وہ اُلٹا قدم ہے“

”یہاں جس قوم کا نام مسلمان ہے وہ ہر قسمِ رطب و یابس لوگوں سے

۱۔ یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنا ضرور کا ہے کہ پاکستان کے ریڈیو لیوٹننٹ پاس ہونے سے قبل آپ اس نظریہ کی تائید میں تھے اور آپ کو اختلاف صرف مسلمانوں کی قیادت غلطی سے تھا مگر جب مسلمان قائد اعظم کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تو آپ نے براہ راست نظریہ پاکستان کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ (ماہِ عقلموسمی کی مجلسِ وحدہ دوم و وحدہ سوم)

بھری ہوئی ہے کیریکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کا فرق قوموں میں پائے جاتے ہیں اتنے ہی اس قوم میں موجود ہیں۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دینے والے جس قدر کا فرق ہیں فراہم کرتی ہیں غالباً اسی تناسب سے یہ بھی فراہم کرتی ہے۔ رشوت، چوری، زنا، جھوٹ، اور دوسرے تمام زمام اخلاق میں یہ کفار سے کچھ کم نہیں ہے۔ پریٹ بھرنے اور دولت کمانے کے لئے جو تدبیریں کفار کرتے ہیں وہی اس قوم کے لوگ بھی کرتے ہیں ایک مسلمان وکیل جان بوجھ کر حق کے خلاف اپنے موکل کی پیروی کرتے وقت اتنا ہی خدا کے خوف سے خالی ہوتا ہے جتنا ایک غیر مسلم وکیل ہوتا ہے۔..... یہ اخلاقی حالت جس قوم کی ہو اس کی تمام کالی اور سفید بھٹیروں کو جمع کر کے ایک منظم گلہ بان بنا دینا اور سیاسی تربیت سے ان کو لومڑی کی ہوشیاری سکھانا یا فوجی تربیت سے ان میں بھیریٹے کی درندگی پیدا کرنا جنگل کی فرمائندائی حاصل کرنے کے لئے تو مفرد و مفید ہو سکتا ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس سے علمائے کلمۃ اللہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا بھی مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعہ سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاسیات، اور اجتماعیات کا جو مختصر ابھٹ مطالعہ کیا ہے اس کی بناء پر میں

اس کو ناممکن سمجھتا ہوں۔ اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جائے
تو میں اس کو ایک معجزہ سمجھوں گا۔

جناب مودودی صاحب نے اپنے اس نظریہ کی وجہ یہ بتائی کہ
جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام
حکومت میں کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز
جیسا زبردست فرمانروا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی
جماعت بھی تھی۔ اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا ہے۔ کیونکہ سوسائٹی
بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لئے تیار نہ تھی۔ محمد تعلق اور عالمگیر
جیسے طاقتور بادشاہ اپنی شخصی دینداری کے باوجود نظام حکومت
میں کوئی تغیر نہ کر سکے۔ مامون الرشید جیسا باجبروت حکمران نظام
حکومت میں نہیں صرف اس کی اوپری شکل میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتا
تھا اور اس میں بھی ناکام ہوا۔ یہ اس وقت کا حال ہے جب کہ ایک شخص
کی طاقت بہت کچھ کر سکتی تھی۔ اب یں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ
جر قومی اسٹیٹ جمہوری طرز پر تعمیر ہوگا۔ وہ اس بنیادی اصلاح میں
آخر کس طرح مددگار ہو سکتا ہے۔ جمہوری حکومت میں اقتدار ان کے
لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے جن کو دُڑوں کی پسندیدگی حاصل ہو
و دُڑوں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے اگر
وہ صحیح اسلامی کریکر کے عاشق نہیں ہیں۔ اگر وہ اس بے لاگ مدد
اور ان بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے۔ تو ان کے دو ٹوٹے کئی مسلمان
 قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آ سکتے۔ اس ذریعہ سے
 اقتدار تو ان ہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں تو چاہے مسلمان
 ہوں مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا سچی
 نہ لگی ہو اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ ہیں کہ
 ہم اس مقام پر پکھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے
 بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر۔ کیونکہ وہ قومی حکومت جس
 پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہوا ہوگا۔ اسلامی انقلاب کا
 راستہ روکتے ہیں اس سے بھی زیادہ جبری و بے باک ہوگی
 جتنی غیر مسلم ہوتی ہے۔“

۲۱۔ اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے۔“ زیر عنوان ”خام خیالیات“ طبع اول صفحہ ۲۱
 اس سے زیادہ کھل کر موڈ دی صاحب نے سیاسی کشمکش حقہ سوم ص ۳۲-۳۳ میں
 دعوے کیا کہ

”جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت والے علاقے ہندو اکثریت
 سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح
 حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی۔ ان کا گمان غلط ہے دراصل اس
 کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ
 حکومت ہوگی اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو
 ذلیل کرنا ہے۔“ (سیاسی کشمکش حقہ سوم طبع اول صفحہ ۱۱)

جماعت اسلامی کی بنیاد مردلات قبل از پاکستان

جناب مودودی صاحب نے سیاسی کشمکش حصہ سوم کے آخر میں نظریہ پاکستان کی علمبردار جماعت مسلم لیگ کے منواری ایک نئی پارٹی کے قیام کی ضرورت کا بھی اعلان کیا جس کا نام انہوں نے اسلامی جماعت رکھا جو مسلم لیگ ہی کا مترادف ہے۔ کچھ وقت کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے حلقہ اثر کے مخصوص حباب اس دعوت و تلقین پر ایک نئی پارٹی کی تشکیل پر آمادہ ہو سکیں گے۔ تو آپ نے ترجمان القرآن کے ذریعے سے اعلان کر دیا۔ کہ جو لوگ اس نوعیت کی جماعت سے وابستہ ہونے کو تیار ہوں وہ انکو مطلع کریں۔ جس پر کئی لوگوں کی چٹیاں شمولیت کے لئے موصول ہوئیں۔ چنانچہ زوداد جماعت اسلامی حلقہ اول کے مطابق جناب مودودی صاحب کی تحریک پر ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور میں ۷۵ افراد جمع ہوئے۔ جناب مودودی صاحب نے اپنی نئی جماعت کا پرزہ گرم ان کے سامنے رکھا۔ اور دوسری جماعتوں کے مقابل اس کی اہم ترین خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ

”اُن تحریکوں کی نظر ہندوستان تک اور ہندوستان میں بھی صرف مسلم قوم تک محدود رہی ہے وہاں وسعت اختیار کی تو زیادہ سے زیادہ ہن انہی کہ دنیا کے مسلمانوں تک نظر پھیلا دی۔ مگر بہر حال یہ تحریکیں صرف ان لوگوں تک محدود رہیں جو پہلے سے مسلم قوم میں شامل ہیں۔ بالفعل ان میں سے اکثر کی سرگرمیاں خیر مسلمانوں کے اسلام کی طرف آنے میں الٹی سدا رہن گئی ہیں۔ ان کے کاموں میں کوئی چیز ایسی شامل

نہیں رہی ہے جو غیر مسلموں کو اپیل کرنے والی ہو..... ہماری جماعت
میں نہ صرف پیدائشی مسلمانوں کا صالح عنصر کھینچ کر آئے گا۔
بلکہ نسلی غیر مسلموں میں بھی جو سعید روحیں موجود ہیں وہ انشاء
اللہ اس میں شامل ہوتی جائیں گی۔

(روداد جماعت اسلامی ص ۶۵)

یہ بیان فرمانے کے بعد جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے بتایا۔

اسی بناء پر ہم اپنی جماعت کو اسلامی جماعت "اور اپنی تحریک کو
اسلامی تحریک" کہتے ہیں۔ (ایضاً ص ۷)

ان الفاظ سے پوری طرح کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ مودودی صاحب جماعت
اسلامی کی بنیاد کے وقت جہاں سیاسی اعتبار سے مسلم لیگ کے نظریہ
پاکستان کی راہ میں حائل ہو رہے تھے وہاں تنظیمی اعتبار سے وہ جماعت
احمدیہ کے مقابل ایک دوسری جماعت تیار کر رہے تھے۔ ورنہ درحقیقت
ان کی بیان کردہ تمام خصوصیات صحیح اسلامی روح و مزاج کے ساتھ ہمیشگی
سے جماعت احمدیہ میں پہلے سے موجود تھیں۔ خصوصاً ایک عالمگیر نظام کے تحت
غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کا جہاد تو وہ چیز ہے جس میں آج خدا کے فضل سے
صرف جماعت احمدیہ ہی مشغول و معروف ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ اس کے سوا
کسی اور جماعت نے عہد حاضر میں اس میدان میں قدم ہی نہیں رکھا۔ اس لئے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشگوئی ہے۔

إِذَا تَرَكْتَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

حُرْمَتِ بَرَکَةِ الْوَحّی " رشرح جامع الصغیر مصری جلد اول ص ۱۱۶)
 صحیح میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ بیٹھے گی تو وحی
 کی برکات سے محروم ہو جائے گی۔ پس موجودہ زمانے میں صرف وہی جماعت تبلیغ
 اسلام کا علم بلند کرنے کی توفیق پاگئی ہے جس میں وحی کی برکات کا دوبارہ
 محمول ہو۔ اور یہ دعویٰ آج دنیا کے پردے پر صرف اور صرف جماعت
 احمدیہ کا ہے۔ کہ اسے امام الزمان کے ذریعہ سے الہام و کلام کی
 برکتیں حاصل ہیں۔ اس کے مقابل جناب مودودی صاحب کی طرف سے اپنی
 محنت کا تعارف ہی یوں کر ایا جاتا رہا ہے۔ کہ

• دعووں اور خواہوں اور کشوف و کرامات اور شخصی تفذیس کے
 تذکرہ سے ہماری تحریک بالکل پاک ہے۔ (شہادت حق ص ۳۷)

یہاں غمناک یہ بتانا چھپی کا موجب ہو گا کہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے کسی نے جناب مودودی
 صاحب سے یہ سوال کیا کہ آپ کیسے مطمئن ہیں۔ کہ آپ کی تحریک ہی دین اسلام کے
 مزاج کے مطابق ہے؟ کیا اس بارے میں آپ کو آسمانی راہنمائی حاصل ہوئی ہے

۱۔ وحی الہام سے "پاک ہونا کس امر کی سند ہے اس کا جواب جناب مودودی کے رسالہ ترجمان القرآن
 دسمبر ۱۹۵۵ء ص ۳۸ میں یہ لکھا ہے کہ اہل یورپ کے پاس چشم نگراں تو ہے لیکن ان کی بڑی محرومی
 یہ ہے کہ ان کے دلوں کو وحی اور الہام سے منور نہیں کیا گیا اور یہ نعمت اتباع نبوت کے بغیر
 حاصل نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف وحی کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: روح کی تعریف ہے
 مہذیات اور اصل زندگی حیوانی زندگی کی اصل روح حیوانی ہے انسانی زندگی کی اصل روح
 انسانی اور اخلاقی زندگی کی اصل روح القدس اور وحی" (مکاتیب زندان ص ۱۱)

آپ نے جواب دیا کہ:-

”وحی میرے نزدیک اب نہیں آسکتی۔ رہا الہام تو وہ ضروری نہیں۔ ہو
تو اچھا ہے نہ ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہماری راہ نمائی
کے لئے بالکل کافی ہے۔“ (ترجمان القرآن مارچ ۱۹۵۱ء ص ۱۶۸)

مگر میں عرض کروں گا کہ یہ تو محض ایک ادعا ہے۔ ورنہ ان کا دل بھی حقیقت
تسلیم کرتا ہے کہ تحریک اسلامی کے قیام اور اشاعت دونوں کے لئے عذائی
راہ نمائی کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:-

”رہا آپ کا یہ خیال کہ پہلے تو وحی کی راہ نمائی کام کوئی تھی اس لئے
صحیح وقت پر صحیح تدبیر اختیار کر لی جاتی تھی۔ مگر اب کیا ہوگا تو اس
کا جواب قرآن مجید میں دے دیا گیا ہے۔ کہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا
فَبِتَنَافُثٍ كَنَّهُمْ يَتْلُمُهُمْ رَبُّنَا۔ وہ خدا جو پہلے راہ نمائی کرتا
تھا وہی اب بھی راہ نمائی کرنے کے لئے موجود ہے۔ اس کی
راہ نمائی سے فائدہ اٹھانے والے موجود ہونے چاہئیں۔
ہمارے اندر اگر ایک دو آدمی بھی ایسے موجود رہیں۔ جو قرآن کی روح
اپنے اندر جذب کر چکے ہوں..... تو انشاء اللہ تعالیٰ خدا کی
راہ نمائی بھی ہمیں ہر مرحلہ پر حاصل ہوگی۔ اور ہم اس کی
راہ نمائی سے فائدہ بھی اٹھا سکیں گے۔“

(چراغ راہ کا تحریک اسلامی نمبر ص ۴۰)

بہر حال جماعت اسلامی تو وحی و الہام کی راہ نمائی سے آج تک محروم ہے مگر یہ الہام

کرم کی برکتوں ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کے مبلغین
 ایشیا ہی میں نہیں۔ امریکہ، افریقہ اور یورپ میں بھی اعلائے
 اسلام میں مصروف ہیں اور اس شان سے اسلامی خدمات
 انجام دے رہے ہیں۔ کہ غیر از جماعت محققین بھی ان کو خراج تحسین ادا
 کرتے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ علامہ نیاز فتح پوری مدظلہ "نگار" جن کے فیض
 محبت سے جناب مودودی صاحب کو قلمی میدان میں آنے کی تحریک ہوئی
 اپنے رسالہ نگار میں لکھتے ہیں:-

"میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں
 تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں
 نے یہ دعویٰ ایسے زمانے میں کیا جب قوم کو اصلاح و تنظیم کے
 لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔ علاوہ اس کے
 دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں۔ نتیجہ
 عمل ہے۔ سو اس باب میں احمدی جماعت کی کامیابیاں اس
 درجہ واضح و روشن ہیں کہ اس سے ان کے مخالفین بھی انکار
 کی جرات نہیں کر سکتے۔ اس وقت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں۔
 جہاں ان کی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں۔
 اور انہوں نے خاص عورت و وقار حاصل نہ کر لیا ہو۔"
 "نگار" اگست ۱۹۵۹ء

اسی طرح ملک کے مشہور مورخ و ادیب شیخ محمد اکرام صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں:-

”برصغیر کے مسلمانوں میں کوئی مذہبی جماعت ایسی نہیں ہے جو اس قدر منظم اور سرگرم عمل ہو۔ نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو مادیت اور دنیا داری نے عملی کام کے قابل نہیں چھوڑا۔ اور پرانے علماء زمانے کی ضروریات سے نادانفت ہونے کی وجہ سے ایک عالم جمود میں ہیں۔ ان کے مقابلے میں احمدیہ جماعت میں غیر معمولی مستعدی، جوش، خود اعتمادی اور باقاعدگی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کے روحانی امراض کا علاج ان کے پاس ہے۔ یہ اعتقاد غلط ہو یا سچ لیکن اس نے ان کے کاموں میں ایک تسبیح پھونک دی ہے۔۔۔۔۔ احمدی جماعت کے فروغ کی ایک اور وجہ ان کی تبلیغی کوششیں ہیں۔ مرزا صاحب اور ان کے معتقدوں کا عقیدہ ہے کہ اب جہاد بالسیف نہیں بلکہ جہاد بالقلم اور جہاد باللسان یعنی تحریر کی اور زبانی تبلیغ کا زمانہ ہے۔ ان کے اس عقیدہ سے عام مسلمانوں کو اختلاف ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج جہاد بالسیف کی اہلیت نہ احمدیوں میں ہے اور نہ عام مسلمانوں میں۔“

”طاقتِ جلوۂ سینا نہ تو داری و نہ من“

عام مسلمان تو جہاد بالسیف کے عقیدے کا خیالی دم بھر کے نہ عملی جہاد کرتے ہیں اور نہ تبلیغی جہاد لیکن احمدی۔۔۔۔۔ دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو ایک فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں اور اس میں انہیں خاص کامیابی ملتی ہے۔“

(موج کوثر ص ۱۹۲ و ۱۹۳)

۱۰ احمدیہ جماعت کی تبلیغی کوششیں صرف انگلستان تک محدود نہیں
 بلکہ انہوں نے کئی دوسرے ممالک میں بھی اپنے تبلیغی مرکز کھولے ہیں۔
 دنیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے احمدیوں اور قادیانیوں نے اس
 حقیقت کو پایا کہ اگرچہ آج اسلام کے سیاسی زوال کا زمانہ ہے، لیکن
 عیسائی حکومتوں میں تبلیغ کی اجازت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا
 موقع بھی حاصل ہے جو مذہب کی تاریخ میں نیا ہے اور جس سے پورا
 پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔۔۔۔۔ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں
 کے سامنے ایک نیا راستہ کھول دیا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مذہب
 کی بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ اسلامی مسلمانوں کا تقاضا ہے کہ ملی
 اور تبلیغی بلکہ اقتصادی اور تمدنی امور میں بھی پاکستان اور ہندوستان
 کے مسلمان دنیا سے اسلام یا کم از کم اسلامی ایشیا کی راہ نمائی
 کریں۔ یہ خیال قوم کے مطمح نظر کو بلند کر کے ایک نئی روحانی
 زندگی کا باعث ہوگا۔ لیکن اس کے ایک حصہ کی عملی
 تشکیل سب سے پہلے احمدیوں نے کی ہے (ایضاً ص ۲۰۳)

شیخ محمد اکرام صاحب نے جو حقیقت بڑی وضاحت سے بیان کی ہے وہ جناب
 محدودی صاحب کو ایک حد تک خود بھی مسلم ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے
 ایک عدالتی بیان میں صاف کہا۔

”قادیانیت ایک تبلیغی تحریک تھی“

(عدالتی بیان محدودی صاحب)

اس کے برعکس جناب مودودی صاحب کے سامنے تبلیغ اسلام کا سرے سے کوئی پروگرام ہی نہیں تھا۔ بلکہ وہ توجہ امت اسلامی کے طریق کار اور نصب العین کے بارے میں صاف صاف لکھ چکے تھے کہ

”یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین (Preachers)

اور مبشرین (Missionaries) کی جماعت نہیں

ہے۔ بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے۔ اَللّٰہُ یُکَوِّثُہَا

شَہِدًاۗءَ عَلَی النَّاسِ) اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا سے

ظلم، فتنہ، فساد، بداخلاقی، طغیان اور ناجائز انتفاع کو

بزدور مٹا دے۔۔۔۔۔ لہذا اس پارٹی کے لئے حکومت کے

اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ مفسد

نظام تمدن ایک فاسد حکومت کے بل پر ہی قائم ہوتا ہے۔ اور

ایک صالح نظام تمدن اس دفت کی طرح قائم نہیں ہو سکتا جب

تک کہ حکومت مفسدین سے مسلوب ہو کر مصلحین کے ہاتھ میں نہ آجائے۔“

”تفہیمات بعنوان ”جہاد فی سبیل اللہ“ حصہ اول طبع جہارم ص ۱۷

ناظرین کے لئے یہ امر کچھ کم تعجب کا موجب نہ ہوگا۔ کہ منشددانہ انقلاب کے ان

عزائم کے باوجود جناب مودودی صاحب نے خاکسار تحریک کی بھی سخت

مخالفت کی۔ بجا بلکہ حزب آپ مذہبی واعظین اور مبشرین کو نہایت حقارت

سے ایک بیکار چیز کی طرح نظر انداز فرما کر خدائی فوجداروں کو دیکھنا چاہتے

تھے۔ تو وہ مسلمانوں کی اس عسکریت تنظیم کو جو علامہ مشرقی نے قائم کی تھی نظر

دیکھتے اور اس کی پشت پناہی کرتے یا کم از کم اس کی راہ میں محض
 نہ جوتے۔ مگر آپ نے ان میں سے کوئی بات بھی گوارا نہ فرمائی۔ اور خاکسار
 تحریک کے بانی کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ جو جناب محمد منظور صاحب نعمانی کی کتاب
 "تحریک مذہب و سیاست کی روشنی میں" کے صفحہ ۱۱۶ پر طبع شدہ
 ہے۔ اس کتاب میں جناب مودودی صاحب نے علامہ مشرقی صاحب کو "جھوٹا"
 "خود بخود دل" "ناک فرار دیا۔ اسی طرح رنگون کے ایک مذہبی رسالہ "الجمود"
 کے مدیر نے جب مشرقی تحریک کے بارے میں آپ سے استفسار کیا تو آپ
 نے جواب دیا کہ

"مشرقی صاحب جس چیز کو اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں اس کو
 اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ وہ خالص مادہ پرستی ہے۔۔۔۔۔
 بلکہ زیادہ سمجھ طور پر یہ ہیں یہ کہوں گا کہ یہ صاحب مرزائے قادیانی
 سے اور اس سے پہلے کے درعیان نبوت سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔
 امدان لوگوں نے نبوت کی حقیقت کو بدلا نہیں تھا۔ مگر ان صاحب نے
 نبوت کی حقیقت کو ہی بدل ڈالا ہے۔ اور مسلمانوں — کو یہ باور
 کرانے کی کوشش کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں وہی مشن
 لے کر آئے تھے جو ہٹلر اور موسلینی کا مشن ہے۔ مرزا صاحب نے اتنا
 کیا تھا کہ صرف جہاد بالسیف کو منسوخ ٹھہرایا ہے مگر جہاد کی غرض
 اور اس کے مقصد میں شاید کوئی رد و بدل نہیں کیا۔ مگر ان جناب
 نے جہاد کی روح ہی سلب کر لی ہے۔۔۔۔۔ مرزا صاحب نے تو جہاد

عقیدہ کو غالباً چھوڑنا تک نہیں۔ مگر مشرقی صاحب نے اس عقیدہ کو اس
 کی بنیاد سے اکھیر پھینکا ہے۔ پھر جہاں تک میں سمجھتا ہوں مرزا
 صاحب نے عمل صالح کی حقیقت میں بھی کوئی ترمیم نہیں کی مگر مشرقی
 صاحب نے اس پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک عمل صالح
 اس نوعیت کے عمل کا نام ہے جو جنگل میں بھیر یا بکری کے ساتھ کیا
 کرتا ہے۔ اور جو انسانوں میں جنگیز اور ہلکا کو نے سکندر اور نپولین
 نے کچڑ اور فوش نے کیا۔ مشرقی صاحب کی اصطلاح میں عمل صالح ہے
 ہوائی جہاز بم اور گیس تیار کرنا غیر صالح یعنی ایسے ذرائع نہ رکھنے
 یا کم رکھنے والی ہر قوم پر چڑھ دوڑنا اور اسے مغلوب کر کے اس
 کے گھربار اور اس کی دولت و ثروت پر قابض ہونا اس کا نام عمل
 صالح ہے۔ اور اس عمل کے نتیجہ میں جو مقبوضات ہاتھ آئیں وہ ورثہ
 ارصہ کی تحریف میں آتے ہیں۔ جس کا وعدہ صاحبین سے کیا گیا ہے
 میں ایسے لوگوں کو کافر کی بجائے منافق کہنا زیادہ صحیح سمجھتا ہوں
 اور میرے نزدیک یہ کھلے دشمنان اسلام سے زیادہ خطرناک ہیں
 کفار اور کھلے ہوئے دشمنوں کو ہر شخص پہچانتا ہے۔ اور ان کا مقابلہ
 کر سکتا ہے۔ مگر یہ منافقین اندر سے حملہ کرتے ہیں۔ قرآن کا نام لیکر
 اس کی تعلیم کو بدلنے ہیں۔ آیات قرآنی کی تلاوت کر کے ان کے معنوں کو
 مسخ کرتے ہیں۔

(الفرقان بریلی بابت صفر و ربیع الاول ۱۳۵۹ھ ص ۶۸)

غیر بات تو برسیل تذکرہ آگئی۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مدد دی نے جماعت اسلامی "قائم کرنے کے لئے مختلف دوستوں کا لاہور میں اجتماع کیا۔ اس اجتماع میں جو پچھتر نفوس پر مشتمل تھا۔ آپ نے دستور جماعت اسلامی کا مسودہ پڑھا اور بعض ترمیمات اور اضافوں کے ساتھ اتفاق رائے سے پاس ہو گیا۔ دستور کی دفعہ ۳ میں نظام جماعت کے بارے میں یہ قرار پایا کہ

اس جماعت میں کوئی شخص محض اس مفرد منہ پر شامل نہیں ہو سکتا کہ جب وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے۔ اور اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے تو ضرور مسلمان ہوگا۔" (دستور جماعت اسلامی طبع اول ص ۱۱)

دستور میں بہت سی شرائط مزید ایسی عائد کی گئیں۔ جنہیں جماعت اسلامی میں "محرک" کے بعد پورا کرنا ضروری تھا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی غیر الہی نظام کی طرف سے خطاب رکھتا ہو۔ تو اس کو دایس کرے۔" (صفحہ ۱۱ ذیہ دفعہ ۴)

وہ اکثر مراقب ال اگر اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں جماعت اسلامی کا ممبر بنانے سے انکار کر دیا جاتا۔ کیونکہ برطانوی حکومت نے ان کو اور ان کے کہنے پر ان کے دستاویز حسن صاحب سیالکوٹی کو خطاب دے رکھا تھا۔

جماعت اسلامی میں داخل ہونے والوں کو تین طبقوں میں تقسیم کرنے کا

فیصلہ ہوا۔

۱۔ ایسے اشخاص جو تین من دھن سے جماعت میں شریک ہوں جو اسلامی

۲۔ یہ اجتماع دفتر ترجمان القرآن پونچھ روڈ مبارک پارک لاہور میں منعقد ہوا تھا۔
۳۔ یہ مسودہ آپ سیاسی کشمکش حصہ سوم میں شائع کر چکے تھے۔

نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں ہر قربانی کے لئے تیار ہوں.....
جماعت کا اصل کارکن دکار فرما حضور ہی ہوں گے اور رہنمائی
دسربراہ کاری الہی کے ماتھے میں ہوگی۔“

(۲) ”وہ لوگ جو اپنے آپ کو بالکلیہ وقت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں
اور نہ خطرات اور قربانیوں کا پورا بار اٹھا سکتے ہوں..... وہ
طبقہ دوم میں شمار ہوں گے..... ذمہ داری کا کوئی منصب ان کے
سپردہ کیا جائے گا۔“

(۳) ”جو لوگ کلمہ اسلام پر اصولی حیثیت سے ایمان لائیں مگر غیر الہی نظام
سے ان کے جو مفاد وابستہ ہیں ان کا نقصان گوارا نہ کر سکیں۔ وہ
طبقہ سوم میں داخل ہوں گے۔ اور ان کا شمار صرف سجدہ دوں میں ہوگا
بشرطیکہ وہ دوسری وفاداریوں پر..... خدا کی وفا
داری کو مقدم رکھیں..... جماعتی مشورہ میں وہ صرف اس حد تک
شریک ہو سکتے ہیں جس حد تک جماعت کو ان کے اخلاص پر اعتماد ہو۔“
(ایضاً صفحہ ۱۳)

دستور کے دفعہ ۱۰ میں یہ پاس ہوا کہ :-

”اس جماعت کا ایک امیر ہوگا..... اس کی اطاعت فی المعروف جماعت
کے کل افراد اپنے امیر (باصلاح شرعی) کی حیثیت سے کریں گے“ (۱۵)
جماعت اسلامی کے اس اولین دستور میں جو ۱۹۵۷ء کے ابتدا تک نافذ رہا۔
ابتداء کوئی ایسی شق نہیں رکھی گئی تھی۔ کہ یہ جماعت آئینی ذرائع استعمال

کرے گی۔ البتہ تیسرے دستور میں جو ۲۶ مئی ۱۹۵۶ء سے نافذ ہوا۔ زیر دفعہ ۵ یہ اضافہ کیا گیا کہ جماعت جمہوری اور آئینی طریقوں سے کام کرے گی۔
(دستور جماعت اسلامی مارچ ۱۹۵۸ء طبع ثانی ص ۲۶)

المختصر جناب مودودی صاحب دستور کی منظوری حاصل کر چکے تو آپ نے کلمہ شہادت کا اعادہ کر کے فرمایا۔ لوگو! **جماعت اسلامی کی ابتدائی تاریخ** گواہ رہو کہ میں آج از سر نو ایمان لاتا اور جماعت

اسلامی میں شریک ہوتا ہوں۔ (روداد جماعت اسلامی حصہ اول ص ۹)
اس کے بعد آپ نے حاضرین کو توجہ دلائی کہ ”اسلام بغیر جماعت کے نہیں ہے۔ اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کے بموجب آپ کے لئے ضروری ہے۔ کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لئے ایک امیر منتخب کر لیں“ (روداد جماعت اسلامی حصہ اول طبع اول ص ۱۳)

حضرات! دنیا ئے اسلام میں غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ جماعت تو موجود تھی مگر امیر موجود نہ تھا۔ بہر حال سوچے سمجھے پروگرام کے مطابق حاضر افراد کے اتفاق رائے سے جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر منتخب ہو گئے۔ پہلے ”بیعت عام“ ہوئی اور آپ نے فرمایا۔

”میں ہاں ہوں کہ یہ وہ شریک ہے جس کی قیادت اولوالعزم پیغمبر نے کی ہے“ (روداد جماعت اسلامی حصہ اول ص ۱۴)

قیام جماعت کے پیچھے کیا جذبہ کار فرما تھا اور آپ کس طرح مصنوعی طریق سے انقلاب فکر و عمل برپا کرنا چاہتے تھے؟ اس کا علم جناب مودودی صاحب

کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”صرف آٹھ برس کی قلیل مدت میں دنیا کے رب سے بڑے ہادی و راہبر نے مدینہ کے پادشاہوں میں اتنی زبردست قوت بھردی کہ اس نے دیکھنے دیکھتے سارے عرب کو منور کر ڈالا۔ اور پھر عرب سے نکل کر اس کی روشنی روئے زمین پر پھیل گئی۔ ہم اس پادشاہوں کی نقل کرنا چاہتے ہیں“ (چراغِ راہِ تحریکِ اسلامی نمبر ۱۸)

اس کے ساتھ ہی آپ کا قطعی نظریہ یہ تھا کہ

”لوگ اس کو معجزہ کی قسم کا واقعہ سمجھ کر کہہ دیتے ہیں اب یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ بنی ہی آئے تو یہ بات ہو سکتا رہے کا مطالعہ ہیں بتاتا ہے کہ یہ بالکل ایک طبعی قسم کا واقعہ ہے۔ اس میں علت اور معلول کا پورا منطقی اور سائنسی ربط ہمیں نظر آتا ہے۔ آج بھی ہم اس ڈھنگ پر کام کریں تو وہی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔“
(ریاستی کشمکش حصہ سوم طبع اول ۱۹۶۲ء)

۱۔ نفل کے بارے میں جناب کا ایک مخصوص نظریہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے فرماتے ہیں: ”یہ سنت کی پیروی نہیں بلکہ اس کی خلاف ورزی ہے کہ حقیقی مومن، مسلم، متقی اور محسن بنائے بغیر لوگوں کو متقیوں کے ظاہری سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے اور ان محسنوں کے چند مشہور و مقبول عام افعال کی نقل اتروائی جائے.....“
میرے نزدیک تو ایک کھلی ہوئی مجلسِ سازی ہے ”تحریکِ اسلامی کی اخلاقی بنیادیں“ منہ

بہر کیف جب --- مودودی صاحب "امیر" منتخب ہو چکے تو آئندہ طریق کار کے بارے میں مفصل پروگرام تجویز کیا گیا۔ اور جماعت احمدیہ کی طرح مختلف شعبہ جات قائم کئے گئے۔ اور ایک مرکزی بیت المال بھی کھولا گیا جس میں سابق ادارہ دارالاسلام کے حسابات بھی منتقل کر دیئے گئے۔

اس سلسلہ میں ایک "شعبہ دعوت و تبلیغ" بھی تجویز کیا گیا۔ چنانچہ روداد جماعت اسلامی حصہ اول میں لکھا ہے۔

یہ شعبہ اس جماعت کا سب سے اہم شعبہ ہے۔ اور دراصل کامیابی کا انحصار ہی اس شعبہ کی کارگزاری پر ہے۔ ہر شخص جو جماعت اسلامی کا رکن ہو۔ لازمی طور پر اس شعبہ کا رکن ہوگا۔ اس کو دائماً ایک مبلغ کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اس کے لئے لازم ہوگا کہ جہاں جس حلقہ میں بھی اس کی پہنچ ہو سکتی ہو۔ جماعت کے عقیدہ کو پھیلائے۔ اس کے نصب العین کی طرف دعوت دے اور جماعت کے نظام کی تشریح کرے مگر تبلیغی مصاحب کے لحاظ سے یہ مزدوری معلوم ہوا کہ کام کرنے کے لئے آٹھ مختلف حلقے معین کر دیئے جائیں۔ اور جماعت کا ہر کارکن اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے صرف انہیں حلقوں میں تبلیغ کرے۔ جن سے وہ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ یہ حلقے حسب ذیل ہیں :-

۱۔ کالجوں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا حلقہ۔

۲۔ علماء اور مدارس غریبہ کا حلقہ۔

۳۔ صوفیا اور مشائخ طریقت کا حلقہ۔

۴۔ سیاسی جماعتوں کا حلقہ

۵۔ شہری غرام کا حلقہ

۶۔ دیہاتی غرام کا حلقہ

۷۔ غورٹوں کا حلقہ

۸۔ غیر مسلموں کا حلقہ۔

زُرد و ادجماعت اسلامی حقہ اول ص ۲۳-۲۴

جناب مودودی صاحب نے مسند امارت پر متمکن ہوتے ہی بعض ہدایات بھی جاری کیں۔ مثلاً ارشاد فرمایا:-

”جماعت کے ارکان کو قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ سے خاص شغف ہونا چاہیئے“

..... اس تحریک کی جان و راصل تعلق باللہ ہے۔ اگر اللہ سے آپ تعلق کمزور ہو تو آپ حکومت الہیہ قائم کرنے اور کامیابی کے ساتھ چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے..... جلسے اور جلوس جھنڈے اور نعرے، یونیفارم اور منظر ہرے، ریزولبیشن اور ایڈریس، بے لگام تقریریں اور گرام گرم تحریریں اور اس نوعیت کی تمام چیزیں ان تحریکوں کی جان ہیں۔ مگر اس تحریک کے لئے رحم قاتل ہیں“

”پھر نہ فرمایا:-“

”آپ کو اسمبلیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں اور ان کے الیکشنوں سے اور ہندوؤں مسلمان اور سکھ وغیرہ قوموں کے نفسانی جمعگروں سے اور مختلف پارٹیوں اور

مذہبی فرقوں اور مقامی قبیلوں اور برادریوں کے تنازعات سے بالکل
کنارہ کش رہنا چاہیے۔" (روداد جماعت اسلامی حصہ اول صفحہ ۲۸ تا ۲۹)
جناب مودودی صاحب اور ان کے رفقاء ابتدا ہی سے جماعت اسلامی
کے سوا باقی سب طریقہ ہائے کار کو سراسر باطل قرار دیتے آئے ہیں۔

(روداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص ۱۱)

اور مسلمانانِ عالم کو چڑیا گھر کے جانور ٹھہرانے رہے ہیں

(روداد جماعت اسلامی حصہ خوانین صفحہ ۱۷)

مسلمان اماموں کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ انہی کی وجہ سے نمازیں
بے اثر ہو گئیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے :-

"مسجدوں کی امامت کے لئے ان لوگوں کو چنا جاتا ہے جو دنیا میں کسی اور
کام کے قابل نہیں ہوتے۔ مسجد کی روٹیاں کھانے والے فرضِ دین
کو کمائی کا ذریعہ سمجھنے والے، جاہل، کم حوصلہ اور پست اخلاق لوگوں
کو آپ نے اس نماز کا امام بنایا ہے جو آپ کو خدا کا خلیفہ اور دنیا
میں خدائی فوجدار بنانے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔" (خطبات بارہم ص ۱۱)
البتہ اس بارہ میں ان کی دیانتدارانہ رائے یہ مزور تھی۔ کہ

"نالائق امام مسجدوں میں خود نہیں آئے بلکہ مسلمان ان کو لائے ہیں
مسلمانوں کو دراصل وہ لوگ مطلوب ہی نہیں ہیں جو بستیوں میں ان
کے دانتی امام بن کر رہیں۔ اور مسجدوں کو اسلامی زندگی کا مرکز بنا کر
رکھیں۔ ان کا بگڑا ہوا مذاق، ان کی دینی بے حسی، ان کی اخلاقی پستی

ان کا دنیا میں استغراق اور خدا کے ساتھ ان کا منافقانہ رویہ صرف ایسے
 امام پسند کرتا ہے جو بستیوں کے پیشہ ور کمینوں کی طرح ایک قسم کے
 کمین بن کر ان کی مسجدوں میں رہیں۔ اور ان کی دی ہوئی روٹیاں
 کھا کر پیش نمازی کا کام بس اس طرح انجام دیا کریں جس طرح وہ ان
 سے لینا چاہتے ہیں۔ پس خرابی یہ نہیں کہ جسم یعنی رُسم سو سائٹی
 زندہ ہے مگر کسی حادثہ سے اس کے دل (یعنی مسجد) پر جمود و سکون
 طاری ہو گیا۔ بلکہ حقیقی خرابی یہ ہے کہ جسم خود ٹھنڈا ہو گیا ہے اور
 اس نے بالآخر دل کو ٹھنڈا کر کے چھوڑا ہے۔

روداد جماعت اسلامی حقہ سوم ص ۱۱۰-۱۱۲

”دستور جماعت اسلامی“ میں چونکہ یہ شرط بھی رکھ دی گئی تھی کہ صالحین دو گھر
 لوگوں سے جو خدا سے غافل اور فساق ہوں۔ بالکل قطع تعلق کر لیں۔ رد دستور جماعت
 اسلامی ص ۱۱۲ (ص ۱۱۱) اس لئے جماعت کے بعض ارکان کی طرف سے جب یہ تجویز
 پیش کی گئی کہ ارکان اپنی اور اپنے بچوں کی شادیاں صرف دیندار لڑکی یا
 لڑکے سے کریں تو امیر جماعت اسلامی جناب مودودی صاحب نے فرمایا:-
 ”یہ ایسی چیز نہیں ہے جسے تجویز کی حیثیت سے پیش کیا جائے یہ تو حقیقی
 دینی شعور پیدا ہو جانے کا لازمہ اور اس کا فطری نتیجہ ہے جس آدمی
 میں بھی یہ شعور پیدا ہو جائے گا وہ لازماً دین سے پھرے ہوئے
 اور اخلاقی حیثیت سے گرے ہوئے لوگوں کو شادی بیاہ کے تعلق
 کے لئے توجہ کنار دوستی و ہم نشینی کے لئے بھی پسند نہ کرے گا۔ اور اگر

کوئی شخص ایسا ہے جو دینی شعور رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر شادی بیاہ کے لئے دین و اخلاق دیکھنے کی بجائے مال و دولت و دنیوی وجاہت کا لحاظ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ یا تو فریب ہے یا پھر ایک غلط فہمی ہے جو اسے اپنی نیت ہو گئی ہے۔ ایسے لوگ اگر خدا خواستہ ہماری جماعت میں پائے جائیں۔ تو انہیں ضرور مطلع کر دینا چاہیئے۔ کہ آپ کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ”رُوداد جماعت اسلامی“ حصہ سوم ص ۱۱۰

جناب مودودی صاحب نے جماعت اسلامی میں داخل ہونے والوں کو قیام جماعت کے موقع پر ہی یہ انتباہ کر دیا تھا کہ:-

”یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں۔ نہیں۔ یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں۔“ (روداد جماعت اسلامی حصہ اول ص ۵)

جناب مودودی صاحب کے مراسم جو قبل ازیں پوہدری نیاز علی صاحب سے قطع ہو چکے تھے اب پھر استوار ہو گئے۔ اور آپ لاہور چھوڑ کر دوبارہ جہا پورہ منقل چٹانکوٹ چلے گئے۔ اور وہیں اپنا مرکز قائم کر کے اپنا کام شروع کر دیا چنانچہ ”روداد جماعت اسلامی“ حصہ اول ص ۳ پر لکھا ہے:-

”پوہدری نیاز علی خان صاحب نے ازراہ عنایت اپنے وقف کی عمارت ہمیں مستعار دینا قبول فرمالیا۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق ۱۵ ارجون ۱۹۴۲ء کو امیر جماعت نے چند رفقاء سمیت وہاں نقل مقام کیا۔ اور اس وقت سے یہ مقام جماعت کا مرکز قرار پا گیا“

۱۹۴۶-۴۵ء کے سال مسلمانانِ ہند کی سیاسی جدوجہد میں انقلابی سال تھے۔ کیونکہ ان میں ملکی انتخابات ہوئے جس میں مسلمانوں کی اکثریت نے پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالے۔ یہ قومی جدوجہد کا زبردست معرکہ تھا جس میں دوسرے مسلمانوں کے دوش بدوش جماعت احمدیہ نے بھی گزشتہ روایات کے مطابق پُر جوش حصّہ لیا۔ جناب ابوالکلام آزاد کے ساتھیوں نے مسلم لیگ میں احمدیوں کی شمولیت پر اعتراض اٹھایا تو مشہور المحدث عالم میرا براہیم صاحب لکھوٹی مرحوم نے اس کے جواب میں یہاں تک لکھا کہ

”احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے کے نیچے آجانا اس کی دلیل ہے کہ وہ قومی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگریس میں تو شامل ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے اور نہ احرار میں شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ سب مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنی احراری جماعت کے لئے لڑتے ہیں جن کی امداد پر کانگریسی جماعت ہے۔ اور حدیث ”الدین النصیحة“ کی تفصیل میں خود رسول مقبولؐ نے عامہ مسلمین کی خیر خواہی کو شمار کیا ہے۔ (صحیح مسلم) اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالص مسلمانوں کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے جس طرح کہ المحدث اور حنفی اور شیعہ وغیرہم شامل ہوئے اور اس امر کا اقرار کہ احمدی لوگ

اسلامی فرقہ میں سے ایک فرقہ ہیں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کو بھی ہے۔ ”پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ“ میرا براہیم یا لکھنؤی ﷺ (ص ۱۱)

جناب رئیس احمد صاحب جعفری نے اپنی کتاب ”حیات محمد علی جناح“ میں قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ”مسلم قوم کی مرکزیت، پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے پاس انگیز مستقبل، عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح، سنجاح و مرام کی کامیابی، تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ نہیں پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیوبند شیخ الحدیث وہ بھی نہیں؟ پھر کون —؟ وہ لوگ جن کے خلاف لفر کے فتوؤں کا پشتارہ موجود ہے جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے جن کا ایمان جن کا عقیدہ مشکوک مشتبہ اور محل نظر ہے۔ کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے —

کامل اس فرقہ زاد سے اٹھانہ کوئی

کچھ ہوئے تو یہی زندانِ قدحِ خوار ہوئے (ص ۲۸۳-۲۸۴)

قیام پاکستان کی اس جنگ میں جہاں دوسرے مسلمانوں کی اکثریت شامل ہوئی وہاں جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے انتخابات میں شرکت ہی کو حرام قرار دے دیا۔ اور تحریر فرمایا۔

مرحبا نا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ جانتے بوجھتے غلط مگر آسان
راہوں میں اپنی قوت صرف کریں۔ یا نادرانی کے ساتھ جنت الحقاء کے
حصول میں اپنی قوت ضائع کریں۔ (ایضاً صفحہ ۱۵۴)

اور آخر میں طنزاً لکھا:۔

”ایک اصولی تحریک کے کارکنوں کو یہ خبر دینا کہ تمہارے لئے ایک قوم پرستانہ
تحریک نے بڑے اچھے مواقع پیدا کر دیئے ہیں۔ کسی بعیرت اور معاملہ
فہمی کا ثبوت نہیں ہے۔ اس کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے
کسی عازم کلکتہ کو یہ خبر دی جائے کہ کراچی میل تیار رکھڑا ہے“
(ایضاً صفحہ ۱۵۸)

جناب مودودی صاحب پوری شان سے یہ زہریلا پراپیگنڈہ کر رہے تھے۔ کہ
حذا کے فضل سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا چاند طلوع ہوا۔ اور دنیا کے
نقشہ میں ایک اور مسلمان حکومت ابھر آئی۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ہندوستان
میں فرقہ وارانہ فسادات اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جناب مودودی صاحب جو پہلے
یہ اعلان فرما چکے تھے کہ ہم پاکستان میں قدم رکھنے کی بجائے مرحبا نا زیادہ بہتر
سمجھیں گے۔۔۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنا دارالاسلام سکھوں کے حوالے کر کے
”محبت الحقاء“ میں تشریف لے آئے یعنی پاکستان میں پناہ گزین ہو گئے اور اچھڑ
کو اپنی جماعتی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔ (ترجمان القرآن اگست ۱۹۴۸ء صفحہ ۶۹)

حضرات۔ آپ اس انکشاف
پاکستان میں جماعت اسلامی کے ”مجاہد کارنامے“ پر حیران ہوں گے کہ جماعت اسلامی

عرب ممالک میں یہ پراپیگنڈہ کر رہی ہے کہ "امیر الجماعۃ الاسلامیہ یقودھا الی میادین الجہاد" یعنی جماعت اسلامی کے امیر جہاد کے میدانوں میں جماعت اسلامی کی قیادت فرماتے ہیں۔ (الجماعۃ الاسلامیہ دعوتھا و اھدافھا و نہاج عملھا۔ ص ۱۷)

پاکستان میں آنے سے قبل جو اسلامی مجاہدانہ کارنامے جناب مودودی صاحب اور آپ کی جماعت نے انجام دیئے وہ ہیں اختصار سے عرض کر چکا ہوں۔ پاکستان میں قدم رکھنے کے بعد آج تک یہ حضرات میدان جہاد کی کن کن مہمات کو سر کر چکے ہیں۔ وہ نو آنکھوں دیکھی چیز ہے جس پر شاید کچھ زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا میں مختصراً ان مجاہدین کرام کے صرف چند جہاد "عرض کرنے پر ہی اکتفاء کر دیں گا۔

✓ پہلا جہاد پہلا جہاد جناب مودودی صاحب نے یہ سرا انجام دیا کہ حکومت پاکستان کی طرف سے ترجمان القرآن کے دوبارہ اجراء کی اجازت ملنے ہی جو سب سے پہلا پرچہ جون ۱۹۴۸ء میں شائع کیا۔ اس میں حکومت پاکستان اور تمام مسلم قوم پر سخت ناپاک۔ رکیک اور سوقیانہ حملے کئے گئے بلکہ انہیں معاش تک کہہ ڈالا۔ چنانچہ کہا:-

* انسان انسان سے بار بار لڑا ہے۔ مگر لڑائی میں کبیتہ پن اور بد معاشی کا جو مظاہرہ یہاں ہوا ہے یہ اپنی نظیر بس آپ ہی ہے۔ یہاں انسان صورت جانوروں نے وہ وہ کام کئے ہیں کہ اگر کتوں اور بھیلڑیوں پر ان کا الزام محسوس دیا جائے تو وہ بھی اسے اپنی توہین محسوس کریں۔

اور یہ کر تو ت چند گئے چنے بد معاشوں کے نہیں تھے بلکہ پوری پوری قوموں نے اپنے آپ کو بد معاش ثابت کیا۔ باقاعدہ حکومتیں بد معاش بن گئیں۔ بڑے بڑے لیڈروں اور رئیسوں اور وزیروں نے بد معاشی کی اسکیم سوچی اور حکومتوں کے پورے نظم و نسق نے اپنے مجسٹریٹوں اور اپنی پولیس اور اپنی فوج کے ذریعہ سے اس اسکیم کو عمل جامہ پہنایا۔ کیا یہ سب کچھ جو واقع ہوا محض ایک اتفاقی حادثہ تھا؟ جو لوگ پچھلے تیس سال سے اس ملک کی رہنمائی کرتے رہے ہیں اور جن کی قیادت میں یہ انقلاب رونما ہوا ہے (یعنی قائد اعظم وغیرہ۔ ناقل) وہ ایسا ہی کچھ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اس فسادِ عظیم کے اسباب کی بحث کو باتوں میں ڈالنا چاہتے ہیں..... کیونکہ یہ بحث ان رب لوگوں کا منہ کالا کر دینے والی ہے جنہوں نے پچھلی ربع صدی میں ہمارے ملک کی سیاسی تحریکوں کی قیادت فرمائی ہے" (صفحہ ۳۲-۳۱)

"اس قیادت کی غلطیاں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ چند سطروں میں نہیں شمار کیا جاسکے۔ مگر اس کی چند غلطیاں تو اتنی نمایاں ہیں کہ آج ہر ذی ہوش آدمی ان کو بُری طرح محسوس کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے (۱) حصولِ پاکستان کی جنگ میں اُن علاقوں کے مسلمانوں کو شریک کیا جنہیں لامحالہ ہندوستان میں ہی رہنا تھا۔ آج یہ اس کا خمیازہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین ان غریبوں کے لئے جہنم بن گئی ہے۔ حالانکہ

لے ان غریبوں کے لئے مولانا مودودی صاحب کے دل میں کتنا درد ہے اس کا اندازہ اس سے (بقیہ صفحہ پر)

اگر تقسیم کے بعد ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں کا مستقبل ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہو جانے والا تھا۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ تقسیم سے پہلے دونوں کی پالیسی ایک ہوتی۔“

(۲) اس نے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک ہفتہ پہلے بھی خبردار نہ کیا کہ تقسیم کے وقت ان پر کیا طوفان ٹوٹنے والا ہے؟ اگر فی الواقع اسے ان حالات کا اندازہ ہی نہ تھا۔ تو اس کی غفلت و بے خبری قابلِ ملامت ہے۔ اور اگر اس نے جان بوجھ کر مسلمانوں کو بے خبر رکھا تو اس غدارانہ کے لئے اسے کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔“

(زر جان القرآن جون ۱۹۴۸ء ص ۷)

اس پرچہ میں دوسرا جہاد جماعت اسلامی کے امیر جناب **دوسرا جہاد** مودودی صاحب نے یہ کیا کہ اس میں یہ فتویٰ گنہگار شائع کیا

کہ ”پاکستان کے باشندوں کے لئے اس میں حصہ لینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک ان کی نمائندہ حکومت اور حکومت ہند کے درمیان معاہدہ نہ تعلقات قائم ہیں۔“ (ایضاً ص ۶۱)

حالانکہ انہیں یہ مسلم تھا کہ

”کشمیر کے معاملہ میں حکومت ہند اور حکومت پاکستان کا کوئی معاہدہ نہیں

بقیہ حاشیہ ۶۔ ہوتا ہے کہ انہوں نے ۱۹۵۷ء کی تحقیقاتی عدالت میں بھارتی مسلمانوں کے متعلق یہ بیان دیا کہ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر بھارتی حکومت مسلمانوں سے ٹیچپوں اور شودروں کا سا سلوک کرے ان پر منوں کے قوانین کا اطلاق کیا جائے۔ اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق نہ دیئے جائیں۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت اردو ص ۲۲۵)

ہوا ہے بلکہ یہ معاملہ ان کے درمیان مابہ النزاع ہے۔ اور حکومت پاکستان انڈین یونین کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو تسلیم کرنے سے انکار کر چکی ہے۔
(ایضاً صفحہ ۶۷ و ۶۸)

اس فتوے پر کچھ اخبارات نے ان کو ”مردِ مجاہد“ اور ”شمیع ہدایت“ کے خطابات سے نوازا۔ ملاحظہ ہو (”شیرِ پنجاب“ بحوالہ نوائے وقت ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء)۔
تیسرا چہارہ ”انگریزی دور حکومت میں جناب مودودی صاحب سے کسی نے دریافت کیا کیا۔ کافر حکومت کے اندر رہتے ہوئے۔ یہ جائز ہے کہ آدمی لاشنس کے بغیر شکار کھیلے اور بغیر لمپ کے راتوں کو موٹریا بائیسکل چلائے۔ جناب مودودی نے جواب دیا۔

”اگر آپ ایسی حکومت میں رہتے ہیں تو انتظام ملکی کو برقرار رکھنے کے لئے جو ضابطے اس نے بنائے ہیں اور جو قوانین، بہر حال ایک منظم سوسائٹی کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہیں انہیں خواہ مخواہ توڑنا آپ کے لئے درست نہیں..... قانون شکنی کے معنی بدنعی پیدا کرنے کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں نظم دیکھنا چاہتا ہے۔ نہ کہ بدنعی۔ اس لئے اگر آپ خواہ مخواہ اس کی زمین کا نظم گجاڑیں گے تو اس کی تائید سے محروم رہیں گے۔“
(رسائل و مسائل صفحہ ۴۳ و ۴۴)

یہی نہیں جب جناب مولوی مناظر احسن صاحب گیلانی نے ہندوستان کو دار الحجاز قرار دیا تو آپ نے جواب دیا کہ

”ہندوستان بلاشبہ اس وقت دارالحرب تھا جب انگریزی حکومت
یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس وقت
مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں
داؤتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے۔
لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے۔ انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں
نے اپنے پرسنل لاء ”پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا
قبول کر لیا۔ تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں رہا“

(سودھتہ اول ص ۷۷)۔ حاشیہ از جناب مؤدوی

برطانوی دور کے بعد آپ کے رفقاء نے یہاں پاکستان میں آکر مملکت پاکستان
کے بارہ میں منبر مایا:-

”اس جمہوری دور میں ریاست کے ساتھ ہمارا معاملہ اس توقع پر مبنی
ہے کہ یہ قطعی طور پر ایک اسلامی ریاست بنے گی۔ اگر ہماری
یہ توقعات پوری ہو گئیں تو اسلامی ریاست کی خدمت اور اس کی
وفاداری عین ہمارا جزو ایمان ہوگی اور اگر خدا نخواستہ یہ ایک
غیر دینی ریاست (Secular state) بنادی گئی۔ تو ہم
اس کی وفاداری کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ بلکہ اسے
وہیسی ہی طاعتی ریاست سمجھیں گے جیسی کہ سابق انگریزی

حکومت تھی۔“ ایفٹل جماعت اسلامی کے اصول و مقاصد۔ طریق کار
نظام جماعت اور تازہ پروگرام“ شائع کردہ شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلامی لاہور کشمیری
۱۸ مال لاہور ص ۷

پھر انہوں نے حکومت پاکستان کے خلاف شورش برپا کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا ہے

عزیزوں زلیخاؤں نے کر کے سازش، رکھا حوت عصمت پہ جن یوسفوں کی وہ یوسف جو زنداں میں مڑتے رہے ہیں اب ان کے لئے تخت تمکیں بچھا دو یہ ترتیب الٹی ہے اس کو الٹ دو، یہ تنظیم باطل ہے اس کو بدل دو جو نیچے دبے ہیں انہیں لا کے اوپر، جو اوپر دبے تھے اب انکو گرا دو یہ مالی، یہ گل چیں یہ میاں دکیا ہیں، تمہاری یہ اپنی ہی کٹھ پتلیاں ہیں انہیں برطرف کر کے نظم چین سے پرانے چین میں نئے گل کھلا دو یہ بُت ہیں تو بُت ہی؟ خدا تو نہیں ہیں؟ ڈرو ان سے کیوں؟ خود ہی انکو گھبراتھا انہیں توڑ دو، بھوڑ دو، چور کر دو، پڑھوان کو استھان پر سے گرا دو (قاعدہ انتخابات غیر منصفیہ ۲۸ اگست ۱۹۵۱ء)

حضرات! یہ جماعت اسلامی کے مشہور راسخا جناب نعیم صدیقی کی ایک لمبی نظم کے چند شعر ہیں جو اپنی تفسیر آپ ہیں۔ جناب نعیم نے نظم کے علاوہ شریں بھی کھل کر ان خیالات کا اظہار فرمایا۔ اور واضح لفظوں میں کہا۔

”انقلاب قیادت کے داعی ہونے کی حیثیت سے جماعت کی دینی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ فاسد قیادت کو صالح قیادت سے بدلے۔ وہ اپنے لئے کسی طرح اس بات کو جائز نہیں سمجھتی کہ زندگی کے سارے معاملات فاسقین کے احمقوں میں رہیں اور وہ صاحبین کو اپنے ساتھ جمع کر کے ایک گوشہٴ خمول میں پڑی رہے۔“ (رسالہ ترجمان القرآن جون ۱۹۴۹ء ص ۸۴)

حکومتِ پاکستان کے خلاف جماعت اسلامی کا یہ پراسیڈنڈا انٹی غلظت ناک صورت اختیار کر چکا ہے کہ جماعت اسلامی کے ایک ممتاز عالم معبود عالم صاحب ندوی نے ایک عرب عالم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

”وہیں ایک صاحبِ علم ملے جن کی نظر سے ترجمان القرآن کا تازہ پرہ گزر چکا تھا۔ بولے تم لوگ حکومتِ پاکستان کے شاکی ہو اور یہ شکوہ ایک خدناک سبھا بھی ہے مگر اس پرچہ میں جتنا کچھ نعیم صاحب نے لکھا ہے اگر اس کا عشرِ شیر بھی یہاں لکھا جائے تو رسالہ کی ضبطی کے لئے کافی ہے“

دیارِ عرب میں ”ص ۲۷۶ بحوالہ جماعت اسلامی پرائیڈنٹ

جماعت اسلامی اور اس کے امیر کا چوتھا جہاد ۱۹۵۳ء کی تحریک چوتھا جہاد میں شمولیت ہے جسے جماعت اسلامی کے لڑ پھر کی روشنی میں تحریک ختم پاکستان ”د تحریک ختم اسلام“ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ تحریک اٹھانے والے کون تھے اور اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کی تفصیل جناب نعیم صدیقی صاحب نے بایں الفاظ لکھی ہے۔

”بدقسمتی سے اس مسئلہ کو گزشتہ کئی سال سے ایسے غنا مرے کے چل رہے تھے جو ایک طرف اپنے سیاسی کردار کے لحاظ سے تعلیم یافتہ حلقوں میں کبھی وقار نہیں پاسکے۔۔۔۔ ان کی زبان اور ان کا انداز بیان سادہ اوقات رکاکت اور ابتدائی تسخر اور استہزاء کے حد کو چھو جانے کی وجہ سے کبھی پیل نہیں کر سکے۔۔۔۔ مزید مشکل یہ کہ یہ غنا مر مسئلہ کے حل کے لئے عوام کو تربیت دے دے کر اور منظم کر کے کوئی منصوبہ بند دستوری جدوجہد کرنے کی

صلاحیتوں سے خالی تھے اور ان کا طریقہ صرف اندھا دھند جوش و خروش پھیلا دینا رہا ہے..... تحریک اسلام کے ایک بنیادی عقیدے کے تحفظ کے لئے اٹھائی گئی تھی۔ مگر اس کے دوران میں آتش زنی اور لوٹ مار کا وہ ہنگامہ اہل پڑا کہ جس پر جتنا انوس بھی کیا جائے کم ہے.... ان واقعات نے تحریک کو بدنام کیا مقصد کو بدنام کیا۔ دین کو بدنام کیا۔ ان واقعات نے پاکستان کے دینی عناصر کی قوت گھٹائی ہے۔ اور ملحد عناصر کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔“ چراغ راہ مارچ ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۸-۱۹

”قادیانی مسئلہ“ کی تصنیف ہے۔ ”قادیانی مسئلہ“ کے لکھنے کا پس منظر **پانچواں جہاد** کیا ہے؟ یہ ایک نہایت اہم بات ہے جس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جماعت اسلامی کے لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مودودی صاحب برسوں سے مسلمانوں کو الٹی میٹم دے چکے تھے کہ ہم ۱۹۵۲ء تک نفوذ و اثر پیدا کر کے ”اسلامی انقلاب“ برپا کر دیں گے۔ (ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۵) اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے جناب مودودی صاحب نے ۱۹۵۰-۵۱ء میں ملک بھر میں وسیع دورے کئے۔ چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں۔

”میں نے ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء میں تقریباً پورے پنجاب کا دورہ کیا ہے۔ اور شہروں کے علاوہ دیہاتی علاقوں تک بھی گیا ہوں۔“

(ترجمان القرآن جلد ۴ ص ۲۴۷ عدالتی بیان جناب مودودی) یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جماعت اسلامی ایک سکیم کے تحت اندر ہی اندر تیزی

کے ساتھ ملک کے مختلف محکموں اور طبقتوں اور شعبوں پر چھپا جانے کی کوشش میں محنت تھی جس کا اعتراف خود جناب مودودی صاحب نے الزمیر ۱۹۵۱ء کو کراچی میں ان الفاظ سے کیا کہ

”ہم اپنے ارکان اور کارکن متفقین کو ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے مختلف حلقوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر ایک کے سپرد وہ کام کرتے ہیں جن کے لئے وہ اہل تر ہو۔ ان میں سے کوئی شہری عوام میں کام کر رہا ہے کوئی کسانوں کی طرف متوجہ ہے۔ اور کوئی مزدوروں کی طرف۔ کوئی متوسط طبقے کو خطاب کر رہا ہے۔ اور کوئی اونچے طبقے کو۔ کوئی سرکاری ملازمین کی اصلاح کے لئے کوشاں ہے۔ اور کوئی تجارت پیشہ اور کوئی صنعت پیشہ لوگوں کی اصلاح کے لئے۔ کسی کی توجہ پرانی درسگاہوں کی طرف ہے۔ اور کسی کی نئے کالجوں کی طرف۔۔۔۔۔“

یہ سب اگرچہ اپنے الگ حلقہ اپنے کار رکھتے ہیں مگر رب کے سامنے ایک مقصد اور ایک سکیم ہے جس کی طرف وہ قوم کے سارے طبقوں کو گھیر کر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”(مسلمانوں کا ماضی و حال“ ص ۴۹)

اس گھیر کر لانے کی سازش سے ملک کے سبھی حلقوں میں سبجان کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب مودودی صاحب نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ

”جب تک ہم نے یہ قدم نہ اٹھایا تھا کسی نہ کسی طرح ہمیں برداشت کیا جا رہا تھا۔ مگر جوہنی کہ یہ قدم ہم نے اٹھایا قیادت فاسفہ اور اس کے مددگار

سب کے سب بکھرت بھڑک اٹھے پاکستان سے لے کر ہندوستان
 تک خطرے کی گھنٹی بج گئی پُراے پُراے دشمن جو کبھی جمع نہ
 ہو سکتے تھے۔ اس خطرے کو آنے دیکھ کر متحد ہو گئے دیوبند اور
 بریلی گلے مل گئے۔ پیروں اور دہائیوں میں اتحاد ہو گیا، اہل حدیث
 اور منکرین حدیث متفق ہو گئے۔ قادیانیوں اور احرار یوں نے
 مل کر لیگ کا دامن تھام لیا۔

رجاغت اسلامی اس کا مقصد تاریخ اور اس کا لائحہ عمل از جناب

سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی (رحمۃ اللہ علیہ)

ملت اسلامیہ کی صفوں میں یہ خطرہ اس درجہ تشویشناک صورت اختیار کر گیا کہ کبھی
 مکاتیب فکر کی طرف سے ان کی جماعت کے خلاف سخرہ احتجاج بلند ہونا شروع
 ہو گیا۔ چنانچہ جناب، مودودی صاحب خود ہی لکھتے ہیں:-

”ہاں تو پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف فتووں، مفہموں
 اشتہاروں اور مضامین کی ایک فصل اُگ رہی ہے جس میں
 کمیونسٹ، سوشلسٹ فریگیٹ زدہ ملحدین، قادیانی، منکرین
 حدیث، اہل حدیث، بریلوی، اور دیوبندی سب ہی اپنے اپنے
 ٹنگو فے چھوڑ رہے ہیں..... ہم نے ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلیں

کہ جماعت اسلامی کی پچی گولیوں کے بارے میں ”روداد جماعت اسلامی حصہ سوم“
 پر لکھا ہے۔ ”میں مسلمانوں کی موجودہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں میں سے کسی میں صلاحیت
 نہیں دیکھتا کہ وہ ہماری بنائی ہوئی گولیوں کو منہم کر سکے۔“ اے آگے نکھارے یہ شیطان کی
 فصل بھڑی اسے کاٹے گا۔“

رجاغت اسلامی

حضرات! یہ امر کوئی غیر متوقع نہیں تھا بلکہ جناب، مودودی صاحب کو پہلے ہی دن سے کھٹکا تھا کہ جب مسلمان قوم پرانے درپردہ عداوت بے نقاب ہو جائیگی تو وہ ان کے خلاف یقیناً پوری قوت سے اٹھ کھڑی ہوگی۔ چنانچہ آغاز کار ہی ان کے بعض رفقاء کا ربر ملایہ اظہار کر چکے تھے۔

”اس ملک کی جماعتوں میں سے کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جس سے اس مقصد کے لئے کوئی مدد ملنے کی توقع ہو۔ سب زیادہ جس قوم سے مدد ملنے کی امید ہو سکتی تھی وہ مسلمانوں کی قوم تھی لیکن میں نہایت صفائی کے ساتھ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں سے نہ صرف یہ کہ کسی مدد کی آپ کو توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ ان کی طرف سے ایک شدید مزاحمت اور مخالفت کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔“ (روداد جہاد اسلامی حصہ پنجم ص ۸)

یہ تھا دراصل وہ مودودی مسئلہ جس نے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر طرف اضطراب و تشویش کی بے پناہ لہر دوڑادی تھی۔ اسی مودودی مسئلہ کے ہولناک اثرات و عوامل پر پردہ ڈالنے کے لئے انھوں نے ”قادیانی مسئلہ“ لکھا۔ اور اس کی وجہ تالیف یہ بتائی کہ

تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ابھی تک اس کی صحت و معقولیت کی قائل نہیں ہو سکی ہے۔ اور پنجاب دہرادپور کے ماسوا دوسرے علاقوں خصوصاً نیگال میں ابھی عوام الناس بھی پوری طرح اس کا وزن محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان صفحات

میں پوری وضاحت کے ساتھ وہ دلائل بیان کر دیں جن کی بناء پر علماء
 بالاتفاق یہ نسخہ پیش کی ہے۔ (قادیانی مسئلہ طبع ہشتم ص ۵۷)
 وہ دلائل کیا تھے؟ جن کی بناء پر علماء نے بالاتفاق "اصحیوں کو غیر مسلم اقلیت
 قرار دینے کا مطاریہ کیا تھا؟ ان کا تجزیہ خدا کے فعل سے جماعت احمدیہ کے
 لڑکچریوں میں پوری تفصیل سے اچکا ہے۔ مجھے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں
 میں اس موقع پر مختصر طور پر صرف چند اصولی باتیں کہوں گا۔

(۱) جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ایک پبلک
 لیکچر میں عوام کو نصیحت فرمائی کہ ہماری پبلک میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی
 ہے جو ایک طرف کی داستان شکر اس پر ایمان لے آتے ہیں اور صبح رائے قائم
 کرنے کے لئے دوسرے فرقہ کی بات سننا ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ غلط عادت حرب
 تک آپ کے اندر رہے گی آپ ہمیشہ جھوٹے پراسیگنڈا سے دھوکا کھاتے رہیں گے
 اور اپنے خیر خواہوں کو اپنا دشمن سمجھ کر اپنے بدخواہوں کی اغراض پوری کرتے
 رہیں گے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کسی شخص، جماعت، یا اخبار کے خلاف
 کسی الزام کو اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک خود اس کا بیان نہ سُن لیں۔
 یہ اصول اپنی گرہ میں باندھ لیجئے۔ پھر انشاء اللہ کوئی آپ کو دھوکہ دینے
 میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ (دستوری سفارشات پر تنقید ص ۷۷)

افسوس یہ کہ اس اصول کو انھوں نے دوسروں کے سامنے بڑے زوردار
 طریق سے پیش کیا تھا جماعت احمدیہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہوئے یکسر فراموش کر دیا
 چنانچہ آپ کا کہنا ہے۔

”یہ نہایت ضروری ہے کہ جس تحریک پر بھی تنقید کرنی ہو اس کا غائر مطالعہ کرنا چاہیے۔ لیکن میری یہ حالت ہے کہ اگر میں (قاویائی - ناقل) لٹریچر کی کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو پندرہ منٹ کے بعد میرے سر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔“

راخبار آزاد ۹ نومبر ۱۹۵۹ء بیان جناب مودودی صاحب ص ۱۳
میں پوچھتا ہوں۔ کیا یہ انتہاء درجہ کی خدا نافرستی نہیں کہ جناب مودودی صاحب جو آج تک اپنے قول کے مطابق پندرہ منٹ سے زیادہ جماعت احمدیہ کا لٹریچر پڑھنے کی توفیق نہیں پاسکے انہوں نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت میں شامل فرما دیا۔

(۲) جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں ”قاویائی مسئلہ“ لکھنے کی ایک بھاری وجہ یہ بھی تھی کہ قبل ازیں مودودی مسئلہ ”ملک کے چاروں طرف چھڑا ہوا تھا۔ چونکہ بعض عناصر کی مسلسل اشتعال انگیزی نے عوامی مخالفت کا رخ جماعت احمدیہ کی طرف پھیر دیا تھا۔ اس لئے جناب مودودی صاحب کو موقع مل گیا اور آپ نے اسے تحقیقاتی عدالت کے ججز کے الفاظ میں ”قاویائی مسئلہ“ کا بم پھینک دیا۔ ورنہ آپ کی نگاہ میں نہ تو ان علماء کی کوئی وقعت تھی جن کا مطالبہ تھا کہ احمدی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جائیں اور نہ آپ عوام کو حقیقتاً مسلمان سمجھتے تھے۔ اسی طرح جناب مولانا کی نگاہ میں موجودہ ”مسلم معاشرہ“ کی بھی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جس سے کٹ جلنے کا آپ نے اپنے اس رسالہ میں جماعت احمدیہ کو طعنے دیا ہے۔ بلکہ یہ وہی ”مسلم معاشرہ“ تھا جس کی تصویر آپ یہ کھینچتے آرہے تھے کہ

”یہ انبؤہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں۔ نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے مسلمان ہیں“
(سیاسی کشمکش حصہ سوم طبع اول ص ۱۱۵)

پھر یہ وہی مسلم معاشرہ تھا جس کی مرثیہ خوانی کرتے ہوئے آپ برسوں سے منادی کر رہے تھے کہ

”اب ذرا اس قوم کی حالت پر نظر ڈالئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے نفاق اور بدعتیہ کی کوئی قسم ہے جس کا انسان تصور کر سکتا ہو اور وہ مسلمانوں میں موجود نہ ہو۔ اسلامی جماعت کے نظام میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے ناواقف ہیں۔ اور اب تک جاہلیت کے عقائد پر جمے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو اسلام کے اساسی اصولوں میں شک رکھتے ہیں اور شکوک کی علانیہ تبلیغ کرتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو علانیہ مذہب اور مذہبیت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو خدا اور رسول کی تعلیمات کے مقابلہ میں کفار سے حاصل کئے ہوئے تخیلات و انکار کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو خدا و رسول کے دشمنوں کو خوش کرنے کے لئے شعائر اسلامی کی زمین کرتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو اپنے چھوٹے سے چھوٹے فائدے کی خاطر اسلام

کے مصالح کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں جو اسلام کے مقابلہ میں کفر کا ساتھ دیتے ہیں۔ اسلامی اغراض کے خلاف کفار کی حدیث کرتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ان کو اتنا عزیز نہیں کہ اس کی خاطر وہ ایک بال برابر بھی نقصان گوارہ کر سکیں۔

راسخ الایمان اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کی ایک نہایت قلیل عبادت کو چھوڑ کر اس قوم کی بہت بڑی اکثریت اس قسم کے منافق اور بد عقیدہ لوگوں پر مشتمل ہے۔ (تنقیحات طبع ہفتم ۲۵۵-۲۵۶)

(۳) رسالہ قادیانی مسئلہ میں بنیادی بات صرف یہ تھی کہ

”قادیانی حضرات نئے تاریخ میں پہلی مرتبہ خاتم النبیین کی یہ تواریخ تفسیر کی کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی ختم ہیں۔“ (قادیانی مسئلہ ص ۷)

یہ اعتراض کہنا تک حقیقت کے مطابق ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کیلئے فقط اتنا بتانا کافی ہے بزرگان سلف میں سے حضرت شاہ رفیع الدین حضرت شیخ سعدی شیرازی اور مفتی عزیز الرحمن صاحب کے تراجم قرآن میں خاتم کے معنی ہر جہاں کے لکھے ہیں۔ علاوہ ازیں جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی اور جناب مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی نے جو جماعت احمدیہ کے شدید مخالف علماء میں سے تھے اپنے ترجمہ قرآن میں خاتم النبیین کے معنی یہ لکھے ہیں ہر سب نبیوں پر اور اس کی تشریح میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ

”جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح

محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے۔ بدیں لحاظ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ربی اور
زمانی حیثیت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی
ہر نگاہ کو ملی ہے۔

یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی۔ ایسی ہر کے ہیں جس کے ذریعہ سے
ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بنے ہیں۔

چند برس پہلے کی بات ہے کہ جماعت اسلامی کے ایک سابق ضلعی امیر سائلہ الفرقان
میں خاکسار کا جماعت اسلامی سے متعلق مفصل مقالہ پڑھ کر ربوہ تشریف لائے دوران
گفتگو میں عاجز نے ان کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کیا۔ کہ اس تفسیر
سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی بنی بنانے والی ہر کے ہیں اب
اختلاف صرف اتنا رہ گیا کہ آیا وہ ہر جس سے بنی بنا کر نئے تھے اب معاذ اللہ میکا
ہو چکی ہے۔ یا وہ اب بھی کام کر سکتی ہے؟۔ ہماری نگاہ میں وہ ہر اب بھی قائم
ہے اس کے نقش بھی قائم ہیں اور وہ اب بھی بنی بنا سکتی ہے مگر آپ جو محافظ
ختم نبوت کہلاتے ہیں اس ہر کی یہ تعلیم الشان خصوصیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں
فرمائیے ختم نبوت اور تکمیل دین پر ایمان لانے کا یہ کون سا احکامہ انداز ہے؟

حضرات! مگر اسے خدا کی تصرف کہنا چاہیے۔ کہ وہی مودودی صاحب جہول
نے ۱۹۵۳ء میں قادیانی مسئلہ میں نیپور کی ہر کی تفسیر پر اعتراض کیا تھا چند
سال بعد اپنے رسالہ ختم نبوت میں تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ خاتم النبیین میں
خاتم کے معنی ہر کے بھی کہے جاسکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی لکھا کہ خاتم کے معنی ڈاکخانے

کی ہر کئی نہیں ہیں جسے لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ ہر ہے جو لغات پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر چار داخل ہو سکتی جو بند کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت مسیح کس طرح دلپس آسکتے تھے؟
 م۔ "قادیانی مسئلہ" کا اثر ملک کے مختلف دماغوں پر کیا ہوا۔ اس کے لئے صرف دو ٹکڑے پیش کرنا کافی ہوگا۔

(الف) ڈاکٹر غلام جیلانی برقی جماعت احمدیہ کے خلاف لٹریچر (شمول قادیانی مسئلہ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آج تک احمیت پر جس قدر لٹریچر علمائے اسلام نے پیش کیا ہے اس میں دلائل کم تھے اور گالباں زیادہ۔ ایسے دشمن آلود لٹریچر کو کون پڑھے اور مغفلت کون سنے؟" (حرف محرمانہ ص ۱۱)

(ب) جناب غلام احمد صاحب پر دینر مدبر طلوع اسلام لکھتے ہیں:- "رب سے زیادہ اہمیت مودودی صاحب کے رسالہ قادیانی مسئلہ کو دی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک اس رسالہ کے دلائل اس قدر پوچ ہیں کہ انکا تجزیہ کیا جائے تو وہ خود احمدیوں کے حق میں چلے جاتے ہیں" (مزاج شناس رسول ص ۱۲۳)

۵۔ اس رسالہ سے بیرونی دنیا نے کیا تاثر لیا ہے؟ اس کے اندازہ کے لئے صرف ایک مثال کافی ہوگی۔ امریکہ کی ٹینس یونیورسٹی (Tennis university) میں تاریخ کے پروفیسر مٹھی لینڈ ایبٹ (Matthew Abbot) نے ڈیل ایسٹرنل کی

سراٹلی اشاعت (۱۹۵۷ء) میں جماعت اسلامی پاکستان کے متعلق ایک طویل تحقیقی مقالہ لکھا جو انکے دو سالہ ذاتی مطالعہ و مشاہدہ کا نتیجہ تھا۔ مسٹر ایبٹ نے قادیانی مسئلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: "اس پمفلٹ میں خواہ غلطی لحاظ سے کیسے ہی عمدہ دلائل کیوں نہ دیئے گئے ہوں۔ بہر حال ایک کشیدگی کی موجودگی میں اسکی اشاعت یقیناً کھچاؤ میں اضافہ کا باعث ہوئی۔ احمدی قبل ازیں ایک مدت سے جماعت اسلامی کی مخالفت میں بہت سرگرم رہتے تھے عین ممکن ہے کہ مولانا مودودی اس مخالفت سے سرگراں ہو چکے ہوں اور مولانا موصوف نے مسلم سوسائٹی سے ان لوگوں کے اخراج کا موقعہ شیعیت جان کر یہ پمفلٹ لکھا ہو اور انہیں اس بات کا خیال نہ آیا ہو کہ یہ پمفلٹ بھی کشیدگی میں اضافہ ہی کر گیا..... مولانا مودودی کو اس وقت معلوم ہونا چاہیے تھا کہ وہ درحقیقت ایک بہت بڑے آشگیریم سے کھیل رہے ہیں ان کا یہ عدم احساس درحقیقت ایک زبردست غیر ذمہ داری کے مترادف ہے" (ترجمہ) (بحوالہ تحریک اسلامی غیر "مسئلہ ۳۶۸" چراغ راہ) ۶۔ "قادیانی مسئلہ" اور اس طرز کے دوسرے لٹریچر کا جماعت احمدیہ پر کیا اثر پڑا اس کا جواب شیخ محمد اکرام صاحب الیم۔ اس کے مندرجہ ذیل الفاظ میں بخوبی مل سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"قرآن نے مسلمانوں بلکہ مسلمانوں اور دوسری قوموں کے درمیان فوجیت پانے کا طریقہ یہ بتایا تھا کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں.... انسانی زندگی کا یہ اٹل قانون دورِ حاضر کے بعض مناظر میں نے پوری طرح نہیں سمجھا۔ عیب جوئی مخالفت اور تشدد سے دوسرے فرقوں اور جماعتوں کی ترقی میں بند نہیں ہو سکتی۔ جو فرد اپنی جماعت کی ترقی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیک کاموں میں دوسروں سے بڑھ جائے بہاگز بزرگوں

نے نظم و نسق مذہبی جوش اور تبلیغ اسلام میں مرزا شیوں پر فوقیت حاصل کرنے کی مزدورت نہیں سمجھائی۔ بلکہ بیشتر فتووں اور عام مخالفت سے فتنہ قادیان کا سد باب کرنا چاہا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب کسی قوم کے ساتھ بیجا سختی کی جائے تو اس میں اٹھار اور قربانی کی خواہش بڑھ جاتی ہے چنانچہ جب کبھی عام مسلمانوں نے قادیانیوں کی مخالفت میں معمولی اخلاق اسلامی تہذیب اور رواداری کو ترک کیا ہے تو ان کی مخالفت سے قادیانیوں کو فائدہ ہی پہنچا ہے ان کی جماعت میں اٹھار اور قربانی کی طمانت بڑھ گئی ہے اور ان کے عقائد اور بھی مستحکم ہو گئے ہیں۔" (موج کوثر صفحہ ۱۹۳)

۷۔ جناب مودودی صاحب کا دعویٰ تھا کہ وہ اقامت دین کیلئے کھڑے ہوئے ہیں۔ مگر انہوں نے لاسٹنا بزو اباللقاب کے مرتب قرآنی ارشاد کے وجود اس رسالہ کا نام قادیانی مسئلہ رکھا۔ حالانکہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کا نام احمدی جماعت رکھا ہے اور اپنے معتقدین کو احمدی کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ آپسے نہایت ادب سے اس روش پر نظر ثانی کی درخواست بھی کی گئی مگر انہوں نے یہ کبکڑی دیا کہ عرف عام میں ان کا نام قادیانی رائج ہو چکا ہے۔

(ترجمان القرآن جلد ۳۶، ۵۷-۵۸ صفحہ ۴۰۳)

افسوس! عرف عام میں شہور القاب ہی سے اجتناب کر نیک حکم اللہ قائلے نے دیا تھا۔ مگر اٹھار نے اسی عرف عام کو سند بنا لیا!! مگر میں تیار ناچا بتا ہوں کہ یہ تو اللہ کا محض عذر گناہ تھا۔ وگرنہ قادیانی کا لفظ استعمال کرتے ہوئے ان کے سامنے ایک خاص وجہ تھی۔ جسے میں آپ ہی کے الفاظ میں تحریر کر دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

پروپیگنڈا کے کارگر نسخوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس گروہ کو آپ زک پہنچانا چاہیں اسے پہلے ایک نام دیجئے اور تمام برائیاں جو اس کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہوں ان سب کے معنی اس خاص نام میں پیدا کر دیجئے۔ پھر اس نام کا اتنا اشتہار کیجئے کہ جہاں وہ نام لیا گیا۔ اور فوراً سننے والوں کے سامنے ان ساری برائیوں کی تصویر آ جائے۔ جو آپ نے اس نام کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں۔ اس طرح لمبی چوڑی تقریروں اور تحریروں کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ان سب کی جگہ صرف ایک لفظ زبان سے نکال دینے سے کام چل جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں مختلف جماعتوں نے اپنے پروپیگنڈا کے لئے اس طریقے

کو استعمال کیا ہے۔ (روداد جماعت اسلامی حقہ سوم صفحہ ۹۹ طبع دوم ۱۹۴۸ء)

۸۔ اس ضمن میں آٹھویں اور آخری اصولی بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب مودودی صاحب کا احمدیوں کو دستوری اور آئینی حیثیت کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے مطالبہ کی تائید کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ جناب مودودی صاحب ۱۹۳۹ء سے یہ حدیث رسولؐ پیش فرماتے

آ رہے تھے کہ ”جس شخص نے وہ نماز ادا کی جو ہم ادا کرتے ہیں، اس قبلہ کی طرف رخ کیا جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ کے دیئے ہوئے ذمے میں اس کے ساتھ

دغا بازی نہ کرو۔“ (”سئلہ قومیت“ صفحہ ۲۴-۲۵ طبع پنجم)

(دستوری سفارشات پر تنقید ص ۱۵ طبع ہفتم)

اس فیصلہ کن حدیث کے علاوہ وہ برسوں قبل ایک دوسری حدیث نبویؐ کی روشنی میں بتاتے آرہے تھے کہ

”یہ راجحی۔ ناقل، گروہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل بٹھرائے گا۔ بلکہ اس اُمت کے تہتر فرقوں میں سے ایک ہوگا۔ اور اس محور دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا ہے بدء الاسلام غریباً وسیعود کمابعد فطوبی للغرباء ہم الذین یصلحون ما افسد الناس بعدی من شیء....

پس جو جماعت محض اپنی کثرت تعداد کی بناء پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا لعنت ہے۔..... اس کے لئے تو اس حدیث میں امید کی کوئی کرن نہیں

کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں مسایاں ظہور پر بیان کر دی گئی ہیں ایک تو یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی دوسری یہ کہ

”نہایت اقلیت میں ہوگی“ (ترجمان القرآن ستمبر اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۸)

پس ان کا جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا عدالت نبویؐ کے اس فیصلہ کے مرتجع خلاف تھا۔ ان کے نزدیک فیصلہ نبویؐ تو یہ بتاتا تھا کہ ۳۷ میں سے صرف ایک صحیح اور خالص مسلمان ہے۔ مگر وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے یہ کہلانا چاہتے تھے کہ ۲۷ فرقے تو سچے

اور بچے مسلمان ہیں مگر صرف قادیانیوں کا اقلیتی فرقہ باطل پر ہے۔ اس وقت تو یہ بات غالباً جماعت اسلامی اور ان کے امیرے اوجھل ہو گئی۔ مگر اب پھر ان کے ذہنوں میں تازہ ہو رہی ہے۔ چنانچہ چراغِ راہ کے تحریکِ اسلامی نمبر میں لکھا ہے:-

”صدائے ادر مرکزی اسمبلیوں میں پہلی بار جماعت اسلامی کے نمائندے منتخب ہوئے ہیں۔ آئندہ انتخابات میں انشاء اللہ جماعت اسلامی ایک مؤثر اقلیت کی حیثیت میں پارلیمانی سیاست کے اندر ابھرے گی۔“
(چراغِ راہ تحریکِ اسلامی نمبر ۳۳۸)

چند ادرکار نامے ایک نظر میں

حضرات! اگر وقتِ اجازت دینا تو میں ان مجاہدین کے سنہری ادر قابلِ فخر کارناموں پر ذرا اور تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے بتاتا کہ ان حضرات نے ”اخوان المسلمون“ سے ساز باز کی۔ اور اخوان لیڈر عبدالقادر عودہ سے تحریری معاہدہ بھی کیا (اخبار تسنیم ۲۵ دسمبر ۱۹۵۴ء) انہوں نے ابتداء امریکی امداد قبول کرنے پر ملک کی خارجہ پالیسی پر زبردست تنقید کی۔ (چراغِ راہ کا تحریکِ اسلامی نمبر ۱۷۶)

پھر خود ہی امریکہ کو اسلامی ممالک کی عوامی پارٹیوں سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ دیا (تسنیم ۶ دسمبر ۱۹۵۵ء)

جناب مودودی نے فہرستِ رائے دہندگان میں نام لکھانے کو ”جہاد

فی سبیل اللہ - (تسليم ۲۰ مئی ۱۹۵۸ء ص ۲) قرار دے کر ووٹ خریدنے کی کوشش کی اور اس کا نام مؤلفۃ القلوب (المیہ ۱۹۵۸ء) رکھا۔
نیز فتویٰ دیا کہ

”عملی زندگی کے بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ بعض حالات میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دیا گیا ہے“ (ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء)

ازاں بعد الیکشن جیتنے کے لئے مارچ ۱۹۶۲ء کو رسالہ ختم نبوت“ شائع فرمایا اور حرب یہ تمام مراحل بجز و خوبی طے ہو گئے تو غلاب کعبہ کی نمائش سے ملک میں بدعامت کا دروازہ کھول دیا۔ اس دوران میں انہوں نے سعودی مملکت کی پشت پناہی میں تبلیغ اسلام کے منصوبے بھی تیار کئے۔ اور ساتھ ساتھ مطبوعہ خطبات کے ذریعہ سے عرب حکمرانوں کے خلاف پراپیگنڈا بھی جاری رکھا۔
(خطبات از جناب مودودی ص ۱۹۵ طبع ہفتم)

اور بالآخر وجہیہ کہ پریس کے ذریعہ یہ بات منظر عام پر آ چکی ہے، جمعیتہ العلویہ کو آلہ کار بنا کر ملک میں خطرناک شورش برپا کرنے کی کوشش کی اور سمجھ لیا گیا کہ ترکی کی طرح یہاں بھی طلبہ کے ذریعہ حکومت کا تختہ الٹا جاسکتا ہے۔ غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ ”اسلام“ کے ”ان علمداروں“ ”مجاہدوں“ ”غائے یوں“ اور ”سرفردشوں“ کے کارنامے تو اس کثرت سے ہیں۔ کہ ایک نشست میں ان کا شمار کرنا ہی ممکن نہیں۔ گویا یہ کہ ان پر کچھ تفصیل سے روشنی ڈالی جاسکے۔ لہذا مجھے انوس ہے اور اس کے لئے میں

آپ سب بزرگوں اور دوستوں سے معذرت خواہ بھی ہوں کہ رعایتِ وقت کے پیش نظر "جماعت اسلامی" کے "میدان الجہاد" میں سے آپ کی خدمت میں صرف چند میدانِ جہاد ہی رکھ سکا ہوں۔ اور وہ بھی اجمالاً۔ غالباً یہی وہ معرکہ ہے۔ جن کا تصور کر کے جماعت اسلامی کے شعراء اپنے کارکنوں کی تعریف میں رطب اللسان ہو کہ یہاں تک نغمہ سرائی فرما رہے ہیں کہ

مجاہدوں کے سے انداز غازیوں کی سی حال
یہی توحق و صداقت کے ہیں غلبہ سردار

(چراغِ راہ تحریک اسلامی نمبر ص ۳۳)

یہ قافلہٴ شوق، یہ مردانِ جہاں گیر
گفتار میں کردار میں اسلام کی تصویر
یہ صاحبِ لولاک یہ اللہ کی شمشیر
بے باک و جری، صفتِ سکن و معرکہ آرا
ہیبت سے ہمہ آب ہے ان کی دلی خارا

(چراغِ راہ تحریک اسلامی نمبر ص ۳۱ د)

اس پریس نہ کرتے ہوئے جماعت اسلامی کے لیڈروں نے یہ کہہ کر اپنے ان "بے باک" اور "صفت شکن مجاہدوں" کے لئے "جہاد الیکشن" کی تیاری کا بجل دے دیا ہے۔ کہ

"جماعت کو ابھی سے تیاری کرنی چاہیئے۔۔۔۔۔ اپنے تئیں مختلف حلقہٴ انتخاب سے اس طرح نمایاں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اس علاقہ کے عوامی

راہنما بن جائیں۔ اور پھر انہیں کو بنیادی جمہوریتوں، صوبائی اسمبلیوں اور قومی اسمبلی کے لئے انتخابات میں کھڑا کیا جائے۔

(تحریک اسلامی نمبر ۴۲۶)

میں اس پر جناب مجید صاحب لاہور کے الفاظ میں صرف اتنا کہوں گا کہ
چندہ بھی دیا جنگ میں بھرتی بھی کرائی
دادا نے میرے مکہ پہ گولی بھی چلائی
اور باپ نے انگریز سے جاگیر بھی پائی
ہمت نے میری جیتی تھی جرمن کی لڑائی
پھر خیر سے آیا ہے الیکشن کا زمانہ
میں خان بہادر ہوں مجھے بھول نہ جانا

مستقبل کے لئے لائحہ عمل

حضرات! اُسندہ الیکشن میں کامیاب ہو جانے کے بعد جماعت اسلامی
کیا جہاد کرنے والی ہے؟ اس کا نقشہ جماعت کے امیر جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب
مودودی کے قلم سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس دل ہلا دینے والے اور
لڑا دینے والے جہاد کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ فرقہ ہائے
اسلام کے بارے میں آپ کا نظریہ بھی بتا دوں۔ آپ لکھتے ہیں:-

”ہمدا کی شریعت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی بناء پر
اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ

الگ اُمّتیں بن سکیں یہ اُمّتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔
 (خطبات صفحہ ۷۷ بارہمقام از جناب مودودی صاحب کا وہ
 اس نظریہ کی روشنی میں اب میں جناب یزید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا وہ
 اعلان عام پیش کرتا ہوں جو انہوں نے جہالت کی پیدا کی ہوئی ان اُمّتوں کو
 ختم کرنے کے لئے برسوں سے کر رکھا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”جس علاقہ میں اسلامی انقلاب رونما ہو وہاں کی مسلمان
 آبادی کو نوٹس دے دیا جائے کہ جو لوگ اسلام سے اعتقاداً
 وعملاً منحرف ہو چکے ہیں۔ اور سخرن ہی رہنا چاہتے ہیں۔ وہ
 تاریخ اعلان سے ایک سال کے اندر اندر اپنے غیر مسلم
 ہونے کا باقاعدہ اظہار کر کے ہمارے نظام اجتماعی سے
 باہر نکل جائیں۔ اس مدت کے بعد ان سب لوگوں کو جو مسلمانوں
 کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں مسلمان سمجھا جائے گا۔ تمام
 قوانین اسلامی ان پر نافذ کئے جائیں گے۔ فرائض و
 واجبات دینی کے التزام پر انہیں مجبور کیا جائے گا
 اور پھر جو کوئی دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھے گا اسے قتل
 کر دیا جائے گا۔“

(ازنداد کی سزا اسلامی قانون میں ص ۸۸)

یہ قتل خفیہ رنگ میں نہیں کھلم کھلا ہوگا۔ چنانچہ ”دستور جماعت اسلامی“
 میں لکھا ہے:-

”جماعت اپنے نصب العین کے حصول کی جدوجہد خفیہ تحریکوں کی طرز پر نہیں کرے گی۔ بلکہ کھلم کھلا اور اعلانیہ کرے گی۔“

دستور جماعت اسلامی مجریہ ۱۹۵۷ء ص ۲۷ طبع دوم

۷ انگور کی شراب کا پینا حرام ہے
انسان کا لہو پیو، اذنِ عام ہے

اختتام

مگر میرے بزرگو اور عزیزو! ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان خونی منصوبوں سے انشاء اللہ محفوظ رکھے گا۔ اس لئے کہ اب خدا کی تقدیر میں مسلمانوں کے تباہ ہونے کا نہیں بلکہ دنیا کی باگ ڈور سنبھالنے کا زمانہ قریب سے قریب تر آ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت بانئ جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے الہاماً خبر دے رکھی ہے:-

”بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار
بلند تر محکم افتاد“

خوش ہو کہ تیرا وقت قریب آچکا ہے اور مسلمانوں کا قدم ایک بلند و بالا مینار پر مضبوط ہونے والا ہے۔

اس کے علاوہ ۱۸۸۳ء میں جبکہ اسلامی دنیا مرد بیمار کی طرح سسٹک لہی بھتی اور مراکش سے انڈونیشیا تک مسلمانوں پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور کوئی روشنی کی کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔ حضور کو عالم رویا میں

دُنیا ئے اسلام کی عالمگیر ترقی و سر بلندی کا نظارہ دکھایا گیا۔ اور بتایا گیا کہ ”عنایاتِ الہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجہ ہیں اور یقینِ کامل ہے کہ اس قوتِ ایمان اور اخلاص اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہو گئے۔ پھر خداوند کریم یاد دلائے گا۔ اور بہتوں کو اپنے خاص برکات سے مستحق کرے گا۔ کہ ہر برکت ظاہری اور باطنی اس کے ماتحتوں میں ہے۔“ (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۶۱-۶۲)

اس الہام اور روایہ کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو پاکستان کے متعلق یہ الہامی دعا بھی سکھائی گئی۔ کہ ”خدا یا پاک زمین میں مجھے جگہ دے۔“ اور اس کے بارے میں آپ کو تفہیم ہوئی کہ ”یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے۔“ (رسالہ دافع البلاء ص ۲۱ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء)

اس روحانی ہجرت کا ظاہری پہلو چونکہ حضور کے نائب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہجرت سے پورا ہو چکا ہے اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو تباہی سے بچا بیگا۔ اور اس کے ذریعے اسلام کا جھنڈا بلند سے بلند تر ہونا جائیگا۔ چنانچہ خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پاکستان میں ہجرت کے بعد جماعت احمدیہ کے پہلے سالانہ جلسے پر فرمایا تھا کہ ”پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آ گیا ہے اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی

قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی۔ اور پاکستان کا مستقبل نہایت
 ہی شاندار ہو سکتا ہے۔ ہم نے اسلام کی پُرانی شوکت کو پھر قائم
 کرنا ہے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں پھر قائم کرنی ہے۔
 ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم
 کرنی ہے۔ ہم نے عدل اور انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور ہم
 نے عدل و انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلام آباد یونین کی پہلی
 سیڑھی بنانی ہے۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم
 کرے گا۔ اور ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا۔ جہاں روس
 اور امریکہ فیل ہوئے وہاں صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ
 کامیاب ہوں گے۔

(الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء ص ۷-۸)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



مطبوعات

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ

- ۱- سیرت حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا
”نصرة الحق“ ۱-۰۰
- ۲- سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ
۱-۵۰
- ۳- حضرت مسیح پاکؑ کی بیش بہا نصائح ۰-۲۵
- ۴- اقوال زریں ۰-۲۵
- ۵- دینی معلومات ۰-۱۹

ملنے کا پتہ

چوہدری عبدالعزیز واقف زندگی
مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ